وحدت امت کا داعی اور غلبہ اسلام کا علمبردار

ماہنامہ

الشریعہ

جلد : ۱۲ ○ اگست ۲۰۰۱ء ○ شمارہ : ۸

فہرس

کلمہ حق	رئیس التحریر	۲
تین مبارک خواب	مولانا محمد سرفراز صفدر	۴
سقوط حد کے بعد مجرم کو تعزیری سزا	قاضی محمد رویس ایوبی	۷
غیر منصوص مسائل کا حل	عمار ناصر	۱۵
محترم نعیم صدیقی کا مکتوب گرامی		۲۹
ہمارا دینی تعلیمی نظام		۳۳
آزادی کشمیر کے لیے اعلان جہاد کی ایک تاریخی دستاویز		۳۸
علماء اور قائدین کی توجہ کے لیے	طارق محمود	۴۰
جرس کارواں	ادارہ	۴۲
تعارف کتب	رئیس التحریر	۴۶

زیر سرپرستی

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر

حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی

رئیس التحریر

ابو عمار زاہد الراشدی

مدیر

حافظ محمد عمار خان ناصر

مدیر منتظم

ناصر الدین خان عامر

زر مبادلہ

سالانہ ایک سو روپے

فی پرچہ دس روپے

بیرون ممالک سے

دس امریکی ڈالر سالانہ

خط و کتابت کے لیے

مرکزی جامع مسجد

پوسٹ بکس 331 گوجرانوالہ

فون و فیکس

92 431 219663

ای میل

director@alsharia.net

ویب ایڈریس

www.alsharia.net

کلمہ حق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امریکی نائب وزیر خارجہ کا دورۂ پاکستان

جنوبی ایشیا کے لیے امریکہ کی نائب وزیر خارجہ محترمہ کرسٹینا روکا ان دنوں جنوبی ایشیا کے دورے پر ہیں اور جس وقت یہ سطور تحریر کی جا رہی ہیں، وہ اسلام آباد میں پاکستانی حکام سے مذاکرات میں مصروف ہیں جبکہ امارت اسلامی افغانستان کے سفیر محترم ملا عبد السلام ضعیف سے بھی ان کی ملاقات ہونے والی ہے۔ اس منصب پر فائز ہونے کے بعد کرسٹینا روکا کا یہ پہلا دورۂ پاکستان ہے اور اخباری اطلاعات کے مطابق ان کے ایجنڈے میں پاکستان میں جمہوریت کی بحالی، بنیاد پرستی اور دہشت گردی کی روک تھام، افغانستان کے خلاف اقوام متحدہ کی پابندیوں پر موثر عمل درآمد، عرب مجاہد اسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے کرنے کا سوال اور کشمیر کے حوالے سے پاکستان اور بھارت کے درمیان کشیدگی کو کم کرنے کے مسائل سرفہرست ہیں جن کے بارے میں وہ متعدد بیانات میں اپنے خیالات کا اظہار کر چکی ہیں۔

جنوبی ایشیا کے حوالے سے امریکہ کا یہ ایجنڈا کوئی نیا نہیں ہے اور نہ امریکہ میں حکومت کی تبدیلی اور کلنٹن کی جگہ جارج ڈبلیو بش کی بطور صدر آمد سے اس ایجنڈے اور اس کے حوالے سے امریکہ کی قومی پالیسی میں کوئی فرق سامنے آیا ہے۔ امریکہ کے ایجنڈے کی بنیاد اس کے اس زعم پر ہے کہ وہ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی اور واحد سپر پاور ہے اس لیے دنیا کے ہر خطے میں سیاست و معیشت اور قانون و عدالت سے لے کر اخلاق و معاشرت تک تمام شعبوں میں اسی کی مرضی، خواہش اور پالیسی پر عمل ہونا چاہیے اور دنیا کے ہر ملک اور قوم کو صرف اور صرف امریکی مفادات کے تحفظ اور تکمیل کے حوالے سے اپنی پالیسیاں مرتب کرنی چاہئیں۔

امریکہ اپنی اس بالادستی کے لیے انسانی حقوق کے نعرے، جمہوریت کے پرچار اور اقوام متحدہ کے فیصلوں کو شیلٹر کے طور پر استعمال کر رہا ہے لیکن یہ محض فریب کاری ہے جس کا صرف دو عملی مثالوں سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ایک یہ کہ امریکہ پاکستان میں جمہوری عمل کی جلد بحالی کا خواہاں ہے اور پاکستان میں آنے والی نئی امریکی سفیر نے صاف طور پر کہا ہے کہ بطور سفیر ان کی پہلی ترجیح پاکستان میں جمہوری عمل کی بحالی ہوگی لیکن مشرق وسطیٰ کے ممالک میں امریکہ کو جمہوریت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور چونکہ وہاں شخصی آمریتیں اور بادشاہتیں امریکی مفادات کے

تحفظ کے لیے زیادہ مفید ثابت ہو رہی ہیں اس لیے امریکہ کے نزدیک ان ممالک کے عوام کی سیاسی آزادیوں، شہری حقوق اور جمہوری تقاضوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور امریکہ پورے مشرق وسطیٰ میں آمریتوں اور بادشاہتوں کا سب سے بڑا محافظ بنا ہوا ہے۔

دوسری مثال بھی ہمارے سامنے ہے کہ اسرائیل اقوام متحدہ کی قراردادوں اور فیصلوں کی کھلے بندوں خلاف ورزی کرتا چلا آ رہا ہے اور اب بھی علانیہ خلاف ورزی کر رہا ہے لیکن اسرائیل کو ان خلاف ورزیوں سے روکنے کے لیے اقوام متحدہ کی مانیٹرنگ ٹیموں کو مشرق وسطیٰ بھجوانے کی کبھی ضرورت محسوس نہیں کی گئی جبکہ اس کے برعکس افغانستان کی سرحدوں پر صرف اس لیے اقوام متحدہ کی مانیٹرنگ ٹیمیں بھجوانے کے لیے امریکہ سب سے زیادہ متحرک ہے کہ امریکہ کے اندازوں، توقعات اور خواہشات کے علی الرغم افغانستان کے عوام اقوام متحدہ کی اقتصادی پابندیوں کے باوجود اس طرح بھوکے نہیں مر رہے جس طرح امریکہ انہیں بھوکا مار کر اپنے سامنے جھکانا چاہتا تھا اور وہاں نہ صرف طالبان کی حکومت کاروبار حکومت پورے اعتماد کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہے بلکہ افغان عوام کو طالبان حکومت کے خلاف بھڑکانے اور بغاوت پر آمادہ کرنے کا کوئی حربہ بھی کامیاب نہیں ہو رہا۔

امریکی پالیسیوں میں کھلے تضاد کی یہ دو واضح مثالیں ہمارے سامنے ہیں جن کی بنیاد پر یہ بات کسی شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ جمہوریت، انسانی حقوق، امن اور معاشرتی ترقی کے حوالے سے امریکہ کے نعرے اور دعوے کسی اصول اور فلسفہ کے فروغ کے لیے نہیں بلکہ محض اپنے مفادات کے حصول اور تحفظ کے لیے ہیں اور ہمارے نزدیک یہی سب سے بڑی وجہ ہے اس امر کی کہ امریکہ کو تمام تگ و دو کے باوجود دنیا پر اپنی پالیسیاں ہر حال میں مسلط کرنے میں کامیابی حاصل نہیں ہو رہی اور دنیا کے ہر خطے میں اس کی مخالفت اور اس کے خلاف نفرت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

ہم امریکی حکمرانوں سے گزارش کریں گے کہ وہ جنوبی ایشیا کے ممالک پر اپنی یک طرفہ پالیسیاں طاقت کے زور پر مسلط کرنے کی پالیسی پر نظر ثانی کریں اور دوسروں کے خلاف طاقت اور دباؤ کے اندھادھند استعمال کے بجائے اپنی پالیسیوں کے تضادات اور طرز عمل کو دوغلے پن کا جائزہ لیں۔ محض طاقت کا استعمال نہ پہلے کبھی انسانی تاریخ کے کسی دور میں اپنے مطلوبہ اور مزعومہ مقاصد حاصل کر سکا ہے اور نہ اب کسی کو محض قوت اور طاقت کے سہارے اپنے مزعومہ مقاصد تک پہنچنے کی توقع کرنی چاہیے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت کے تین مبارک خواب

اللہ تعالیٰ نے راقم اثیم پر جو احسانات اور انعامات کیے ہیں، راقم اثیم قطعاً و یقیناً اپنے آپ کو ان کا اہل نہیں سمجھتا۔ یہ صرف اور صرف منعم حقیقی کا فضل و کرم ہے کہ حضرات علما اور طلبا اور خواص و عوام اس ناچیز سے محبت بھی کرتے ہیں اور قدر دانی بھی کرتے ہیں۔ ڈھول اندر سے تو خالی ہوتا ہے مگر اس کی آواز دور دور تک جاتی ہے۔ یہی حال میرا ہے کہ علم و عمل، تقویٰ اور ورع سے اندر سے خالی ہے اور حقیقت اس کے سوا نہیں کہ من آنم کہ من دانم۔

راقم اثیم تحریک ۱۹۵۳ء کی ختم نبوت کے دور میں پہلے گوجرانوالہ جیل میں، پھر نیو سنٹرل جیل ملتان میں کمرہ نمبر ۱۲ میں مقید رہا۔ ہماری بارک نمبر ۶ دو منزلہ تھی اور اس میں چار اضلاع کے قیدی تھے اور سب علما، طلبا، تاجر اور پڑھے لکھے لوگ تھے جو دین دار تھے۔ اضلاع یہ ہیں: گوجرانوالہ، سیالکوٹ، سرگودھا اور کیمبل پور (فی الحال ضلع اٹک) بحمد اللہ تعالیٰ جیل میں بھی پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری تھا۔ راقم اثیم قرآن کریم کا ترجمہ، موطا امام مالک، شرح نخبۃ الفکر اور حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ کتابیں پڑھاتا رہا۔ دیگر حضرات علماء کرام بھی اپنے اپنے ذوق کے اسباق پڑھتے پڑھاتے رہے۔ آخر میں راقم اثیم کمرہ میں اکیلا رہتا تھا کیونکہ باقی ساتھی رہا ہو چکے تھے اور میں قدرے بڑا مجرم تھا۔ تقریباً دس ماہ جیل میں رہا اور ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق کی تردید میں صرف ایک اسلام بجواب دو اسلام وہاں ملتان جیل ہی میں راقم اثیم نے لکھی تھی۔

خواب نمبر 1

۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء میں تقریباً سحری کا وقت تھا کہ خواب میں مجھ سے کسی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کہاں آ رہے ہیں؟ تو جواب ملا کہ یہاں تمہارے پاس تشریف لائیں گے۔ میں خوش بھی ہوا کہ حضرت کی ملاقات کا شرف حاصل ہوگا اور کچھ پریشانی بھی ہوئی کہ میں تو قیدی ہوں، حضرت کو

بٹھاؤں گا کہاں اور کھلاؤں پلاؤں گا کیا؟ پھر خواب ہی میں یہ خیال آیا کہ راقم کے نیچے جو دری' نمدہ اور چادر ہے' یہ پاک ہیں' ان پر بٹھاؤں گا۔ خواب میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور ان کے ساتھ ان کا ایک خادم تشریف لائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا سر مبارک ننگا تھا۔ چہرہ اقدس سرخ اور داڑھی مبارک سیاہ تھی۔ لمبا سفید عربی طرز کا کرتا زیب تن تھا اور نظر تو نہیں آتا تھا مگر محسوس یہ ہوتا تھا کہ نیچے حضرت نے جانگیہ اور نیکر پہنی ہوئی ہے۔ آپ کے خادم کا لباس سفید تھا' فٹ کرتا اور قدرے تنگ شلوار اور سر پر سفید اور اوپر کو ابھری ہوئی نوک دار ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ راقم اثیم نے اپنے بستر پر جو زمین پر بچھا ہوا تھا' دونوں بزرگوں کو بٹھایا۔ نہایت ہی عقیدت مندانہ طریقے سے علیک سلیک کے بعد راقم اثیم نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام سے مودبانہ طور پر کہا کہ حضرت! میں ایک قیدی ہوں اور کوئی خدمت نہیں کر سکتا' صرف قہوہ پلا سکتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا' لاؤ۔ میں خواب ہی میں فوراً تنور پر پہنچا جہاں روٹیاں پکتی تھیں۔ اس تنور پر گھڑا رکھا اور اس میں پانی' چائے کی پتی اور کھانڈ ڈالی۔ تنور خوب گرم تھا' جلدی ہی قہوہ تیار ہو گیا۔ راقم اثیم خوشی خوشی لے کر کمرہ میں پہنچا اور قہوہ دو پیالیوں میں ڈالا اور یوں محسوس ہوا کہ اس میں دودھ بھی پڑا ہوا ہے۔ بڑی خوشی ہوئی۔ ان دونوں بزرگوں نے چائے پی۔ پھر جلدی سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اٹھ کھڑے ہوئے اور خادم بھی ساتھ اٹھ گیا۔ میں نے التجا کی کہ حضرت ذرا آرام کریں اور ٹھہریں تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا' ہمیں جلدی جانا ہے۔ پھر ان شاء اللہ العزیز جلدی آجائیں گے۔ یہ فرما کر رخصت ہو گئے۔

راقم اثیم اس خواب سے بہت خوش ہوا۔ فجر ہوئی اور ہمارے کمرے کھلے تو راقم اثیم استاد محترم حضرت مولانا عبد القدیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا جو تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں ہمارے ساتھ جیل میں مقید تھے اور ان کے سامنے خواب بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا' میاں! تمہیں معلوم ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں علیہم السلام کی شکل وصورت میں شیطان نہیں آ سکتا۔ تم نے واقعی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا ہے اور میاں! ہو سکتا ہے کہ تمہاری زندگی ہی میں تشریف لے آئیں۔

خواب نمبر 2

راقم اثیم نے دوسری مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ حضرت شلوار پہنے ہوئے تھے اور گھٹنوں سے ذرا نیچے تنگ قمیص زیب تن تھی اور سر مبارک پر سادہ سا کلہ اور پگڑی باندھے ہوئے تھے اور کوٹ میں' جو گھٹنوں سے نیچے تھے' ملبوس تھے اور بڑی تیزی سے چل رہے تھے۔ راقم اثیم کو پتہ چلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ

والسلام جا رہے ہیں تو راقم اثیم بھی پیچھے پیچھے چل پڑا اور سلام عرض کی۔ یوں محسوس ہوا کہ بہت آہستہ سے جواب دیا اور رفتار برقرار رکھی۔ راقم بھی ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ کافی دور جانے کے بعد زور زور کی بارش شروع ہو گئی۔ حضرت اس بارش میں بیٹھ گئے اور اوپر ایک سفید رنگ کی چادر تان لی۔ کافی دیر تک مغموم اور پریشان حالت میں بیٹھے رہے۔ پھر بارش میں ہی اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے اور پھر نظر نہ آئے۔

اس خواب کے چند دن بعد مہاجرین فلسطین کے دو کیمپوں صابرہ اور شتیلہ کا واقعہ پیش آیا کہ یہودیوں نے تقریباً بتیس ہزار مظلوم مسلمان مردوں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں اور مریضوں کو گولیوں سے بھون ڈالا۔ اس واقعہ کے پیش آنے کے بعد راقم اثیم اس خواب کی تعبیر سمجھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شدید بارش میں چادر اوڑھ کر بیٹھنا اور پریشان ہونا اس طرف اشارہ تھا کہ تقریباً ستر لاکھ ظالم یہودیوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر ظلم ہوا اور تقریباً تیرہ کروڑ کی آبادی پر مشتمل آس پاس کے مسلمان ممالک نے بے غیرتی کا مظاہرہ کیا اور مصلحت کی چادر اوڑھے رکھی۔

خواب نمبر 3

بحمد اللہ تعالیٰ کارگل کی لڑائی سے چند دن پہلے تیسری مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا۔ آپ سفید لباس میں ملبوس تھے، اوپر واسکٹ تھا، سر مبارک ننگا تھا اور عینک لگائے ہوئے تھے۔ آپ کے ارد گرد کچھ مستعد نوجوان تھے اور خاصی تعداد میں میلے اور ڈھیلے لباس والے طالبان قسم کی مخلوق تھی جو آپ کے حکم کی منتظر تھی۔ ملاقات ہوتے ہوئے آپ فوراً کہیں چلے گئے۔

دینی مدارس کی مثالی خدمات

جنوبی ایشیا میں دینی مدارس کے معاشرتی کردار، دینی و علمی خدمات، دینی مدارس کے خلاف عالمی لابیوں کی مہم اور نصاب و نظام کی اصلاح و بہتری کے لیے تجاویز کے بارے میں

مدیر "الشریعہ" مولانا زاہد الراشدی

کے "الشریعہ" "اوصاف" اور دیگر جرائد میں شائع ہونے والے مضامین کا ایک انتخاب حافظ عبد الوحید اشرفی نے مندرجہ بالا عنوان کے تحت کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے

صفحات: ۹۶۔ خوبصورت ٹائٹل۔ مضبوط جلد۔ قیمت: ۶۰ روپے

ناشر: مکہ کتاب گھر، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

قاضی محمد رویس خان ایوبی

سقوط حد کے بعد مجرم کو تعزیری سزا (۲)

قرائن پر اعتماد کرنے کے فقہی نظائر

۱۔ غیر متزوجہ اور متوفی عنہا زوجہا اور مطلقہ کو بعد از انقضاء عدت حمل ظاہر ہو جائے تو یہ بدکاری کا قرینہ ہوگا۔ یہ الگ بحث ہے کہ حمل حرام اکراہ سے ہوا ہو یا رضا سے' لیکن حمل قرینہ زنا ضرور ہے۔ سو اگر عورت اقرار نہ بھی کرے اور اکراہ کا ثبوت بھی پیش نہ کرے تو حد تو ساقط ہو جائے گی مگر اسے تعزیری سزا ضرور دی جائے گی۔

۲۔ یہی صورت حال قسامہ میں ہے۔ اگر کسی بستی میں کسی مقتول کی لاش ملے مگر قاتل کا پتہ نہ چل سکے تو اہل محلہ کے پچاس بالغ مردوں سے قسم لی جائے گی کہ نہ انہیں قاتل کا علم ہے اور نہ ان میں سے کوئی قاتل ہی ہے۔ اگر وہ قسم اٹھا لیں تو مقتول کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ اور اگر وہ قسم اٹھانے سے انکار کر دیں تو انہیں مقتول کی دیت ادا کرنا ہوگی۔ یعنی قسموں سے انکار اس امر کا قرینہ ہے کہ قاتل اہل محلہ میں سے ہی کوئی ہے۔

۳۔ شرابی کے منہ سے شراب کی بو بھی شراب نوشی کا قرینہ سمجھا گیا ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس نے ارتکاب جرم کیا ہے۔

۴۔ مال مسروقہ کا چور کے گھر سے برآمد ہونا اس کے ارتکاب سرقہ کا قرینہ ہے۔

۵۔ اسی طرح نشانیاں معلوم کر کے لقطہ کو واپس دینا اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص نشانیاں بتا رہا ہے' یہ اسی کی ملکیت ہے۔

مندرجہ بالا قرائن میں سزائے تعزیر ہوگی' حد ساقط ہو جائے گی لیکن مجرم کو بری نہیں کیا جائے گا۔ (۲۰)

لہٰذا شرعی وسیلہ اثبات یعنی نصاب شہادت پورا نہ ہونے کی صورت میں دیگر ذرائع معلومات' جن میں مختلف قرائن شامل ہیں اگر دستیاب ہوں تو حد ساقط ہوگی مگر تعزیری سزا دی جائے گی کیونکہ حد صرف قطعی یقینی عینی شہادت کی بنیاد پر ہی نافذ کی جا سکتی ہے لیکن تعزیر' قرائن کی بنیاد پر بھی نافذ کی جا سکتی ہے۔

(۲۰) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الطرق الحکمیہ لابن قیم' ص ۵۶۔ طرق الاثبات لمحمد الزحیلی' ص ۵۱۸۔ التشریع الجنائی الاسلامی لعبد القادر عودہ' ج ۱' ص ۳۳۹

علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

واجمعت الامة علی وجوبه فی کبیرة لا توجب الحد او جنایة لا توجب الحد

امت کا اس پر اجماع ہے کہ تعزیر ہر ایسے کبیرہ گناہ پر ہوگی جہاں حد واجب نہ ہو یا ایسا ضرر اور تعدی جہاں حد واجب نہ ہو۔ (۲۱)

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

فینبغی ان یبلغ غایة التعزیر فی الکبیرة کما اذا اصاب من الاجنبیه کل محرم سوی الجماع او جمع السارق المتاع فی الدار ولم یخرجه

ہر اس جرم میں سخت ترین تعزیر ہے جو کہ کبیرہ کے زمرے میں آتا ہو جیسے کوئی شخص کسی عورت سے ہم بستری کے سوا ہر طرح کا جنسی تلذذ حاصل کرے یا چور مالک کے گھر میں سامان اکٹھا کرے مگر گھر سے باہر نہ نکال سکے۔ (۲۲)

علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

کل من ارتکب معصیة لیس فیها حد مقدر ثبت علیه عند الحاکم فانه یوجب التعزیر من نظر محرم ومس محرم وخلوة محرمة

جو شخص کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کرے جس میں حد مقرر نہ ہو اور جرم عدالت میں ثابت ہو جائے تو اس کو سزائے تعزیر دی جائے گی۔ جیسے نظر بازی' چھیڑ چھاڑ اور اجنبیہ کے ساتھ خلوت گزینی۔ (۲۳)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

والاصل فی وجوب التعزیر ان کل من ارتکب منکرا او اذی مسلما بغیر حق بقوله او بفعله وجب علیه التعزیر

بنیادی طور پر تعزیری سزا ہر اس شخص کے لیے واجب ہے جو کسی بھی منکر کا ارتکاب کرے یا کسی مسلمان کو بلاوجہ ستائے' خواہ یہ ستانا زبان سے ہو یا عملی طور پر' اسے سزا کے طور پر تعزیر دی جائے۔ (۲۴)

---

(۲۱) بحرالرائق شرح کنزالدقائق' ج ۵ ص ۴۶

(۲۲) رد المحتار' ج ۳' ص ۱۹۶۔ منحۃ الخالق علی بحرالرائق' ج ۵ ص ۴۴

(۲۳) بحرالرائق' ج ۵' ص ۴۶

(۲۴) ایضاً

معلوم ہوا کہ ہر وہ کام جسے شریعت اسلامیہ نے معصیت قرار دیا ہے' اگر وہ مستوجب حد نہ ہو تو اس میں سزائے تعزیر ہے اور سزائے تعزیر میں اثبات کے لیے قرینہ قویہ کافی ہے۔ قرائن کی چند اور مثالیں میں پیش کر چکا ہوں۔ عصر حاضر میں آواز کی ریکارڈنگ' ویڈیو فلم' میڈیکل رپورٹ' اغتصاب' لڑکی کو اٹھا کر لے جانا یا بہلا پھسلا کر لے جانا اور اسے خلوت میں اپنے ساتھ رکھنا' ہوٹل میں کمرہ لے کر رہنا' رجسٹر میں دونوں کا اندراج وغیرہ۔ یہ سب قرائن ہیں اور ان کی بنیاد پر سزائے تعزیر دی جا سکتی ہے۔

علامہ عبد الرحمنؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

اتفق الائمة على ان من وطى امراة اجنبية فى ما دون الفرج بان اولج ذكره فى معبن بطنها ونحوه بعيدا عن القبل والدبر لا يقام عليه الحد ولكنه يعزر لانه اتى منكرا يحرمه الشرع وقد حكم الامام على على من وجد مع امراة اجنبية مختليا بها ولم يقع عليها بان يضرب مائة جلدة تعزيرا له

تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ جس شخص نے اجنبیہ کے ساتھ دخول کے سوا ہر طرح سے جنسی تلذذ حاصل کیا مثلاً پیٹ سے یا کسی اور مقام سے' لیکن قبل اور دبر سے مجتنب رہا' اس پر حد قائم نہ ہوگی۔ تاہم اسے تعزیری سزا دی جائے گی کیونکہ اس نے شریعت کے ممنوع کردہ کام کا ارتکاب کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو' جو کسی اجنبیہ کے ساتھ خلوت میں تھا لیکن اس نے وطی نہیں کی تھی' تعزیر کے طور پر سو کوڑے مارنے کا حکم صادر فرمایا۔ (۴۵)

مشہور مصری محقق امام محمد ابو زہرہؒ فرماتے ہیں:

ويتحقق حق الله تعالى فى كل حد سقط بالشبهة فاذا تزوج شخص مطلقته طلقة مكملة للثلاث ودخل بها يقع الزواج باطلا ويكون الدخول حراما ولكن يسقط الحد بالشبهة وليس معنى سقوط الحد الا تكون ثمة عقوبة قط بل يكون بالتعزير

ہر اس حد میں حق اللہ ثابت ہوتا ہے جو کسی شبہ کی وجہ سے ساقط ہو گئی ہو۔ پس اگر کسی شخص نے اپنی مطلقہ مغلظہ سے نکاح کر لیا اور اس سے ہم بستری کر ڈالی تو یہ نکاح باطل قرار پائے گا اور ہم بستری حرام لیکن شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو گی تاہم سقوط حد کا یہ مطلب نہیں کہ اسے بالکل سزا نہیں دی جائے گی بلکہ اسے حق اللہ کی خلاف ورزی میں سزائے تعزیر

(۴۵) الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۵ ص ۱۰۳

ویکون ذلک حقا للہ تعالی

دی جائے گی۔(۲۶)

یعنی یہ سزا حقوق اللہ سے متعلق ہے' حقوق العباد سے نہیں۔ لہٰذا جہاں جہاں تعزیری سزا حقوق اللہ کی خلاف ورزی پر ہوگی' وہاں حاکم مجاز کو اس سزا میں تخفیف یا معافی کا اختیار ہوگا جبکہ حقوق العباد میں حاکم وقت کو کسی قسم کی معافی کا حق حاصل نہیں ہے۔

درج بالا اقتباسات سے معلوم ہوا کہ اگر حد شرعی کسی معقول وجہ شرعی کے سبب ساقط ہو جائے تو مجرم کو جرم سے براءت کا سرٹیفکیٹ نہیں دیا جائے گا بلکہ دوسرے وسائل اثبات کی بنا پر اسے سزائے تعزیر دی جائے گی۔

سقوط حد کے باوجود سزائے تعزیر کے وجوب کی متعدد مثالیں فقہ اسلامی میں موجود ہیں۔

علامہ شہاب الدین شلبی حاشیہ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں رقم طراز ہیں:

ومن تزوج امراة لا یحل نکاحها قال الکمال بان کانت ذوات محارمه بنسب کامه وبنته فوطیها لم یجب علیه الحد عند ابی حنیفة وسفیان الثوری وزفر وان قال علمت انها علی حرام ولکن یجب علیه المهر ویعاقب عقوبة هی اشد ما یکون من التعزیر سیاسة لا حدا مقدرا شرعا اذا کان عالما بذالک وان لم یکن عالما بذلک لا حد علیه ولا عقوبة تعزیر

اگر کسی شخص نے کسی ایسی خاتون سے نکاح کیا جس سے نکاح حرام تھا' کمال ابن ہمام فرماتے ہیں مثلاً اپنی محرمات' ماں یا بیٹی سے اور پھر ہم بستری کی تو اس شخص پر حد واجب نہ ہوگی۔ یہ موقف ابو حنیفہ' سفیان ثوری اور زفر کا ہے۔ اگرچہ وہ یہ اعتراف کرے کہ مجھے حرمت نکاح کا علم تھا۔ ایسے شخص پر موطوءہ کے لیے مہر واجب ہوگا اور مجرم کو تعزیر اسخت ترین سزا دی جائے گی۔ یہ سزا حد نہیں ہوگی بلکہ سیاستاً تعزیر شدید ہوگی جبکہ وہ حرمت نکاح کا علم رکھتا ہو۔ اور اگر اسے حرمت کا علم نہ ہو تو نہ حد ہوگی اور نہ تعزیر۔(۲۷)

اہل سنت کے مشہور امام مجاہد وقت علامہ ابن تیمیہ دمشقی اپنی شہرہ آفاق تصنیف السیاسۃ الشرعیۃ میں فرماتے ہیں

اما المعاصی التی لیس فیها حد مقدر ولا کفارة کالذی یقبل الصبی

اور ایسے تمام جرائم میں جن میں نہ حد شرعی ہے اور نہ کفارہ جیسے کسی بچے یا اجنبیہ کو (شہوت سے) بوسہ

(۲۶) العقوبۃ ص ۷۸،۷۹

(۲۷) حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق ج ۳ ص ۱۷۹

والمراة الاجنبية او يباشر بلا جماع او يأكل ما لا يحل كالدم والميتة او يقذف الناس بغير الزنا او يسرق من غير حرز او شيئا يسيرا او يخون امانة كولاة اموال بيت المال او الموقوف او يطفف المكيال والميزان او يشهد بالزور او يلقن بالزور او يرتشی فی حكمه او يحكم بغير ما انزل الله

دینا یا اس سے جماع کے سوا جنسی تلذذ حاصل کرنا، یا خون اور مردار جیسی حرام اشیاء کا کھانا یا لوگوں پر زنا کے سوا تہمت لگانا، یا حرز کے بغیر چوری کا ارتکاب، یا چھوٹی موٹی چیز کی چوری، یا امانت میں خیانت، جیسے سرکاری فنڈز میں اہل کاروں کا خورد برد کرنا یا اوقاف میں بددیانتی یا اوزان وپیائش میں بے ایمانی، یا جھوٹی گواہی دینا اور گواہوں کو جھوٹ بولنے کی تلقین کرنا یا حکام کا رشوت لینا یا شریعت کے سوا کسی اور قانون کے مطابق فیصلہ کرنا۔ (۴۸)

یہ تمام جرائم قابل تعزیر ہیں، مجرم پر حد نافذ نہیں ہوگی کیونکہ ان کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی سزا متعین نہیں کی گئی۔ ایسے تمام جرائم کی سزا کی تعیین کا اختیار اسلامی حکومت کو ہے جو اپنے مقامی حالات کے مطابق قانون سازی کرے گی اور جس جرم کے لیے جو سزا متعین کرے گی، وہ شرعاً درست ہوگی کیونکہ تعزیری سزاؤں کا مکمل اختیار اسلامی حکومت کو دیا گیا ہے۔

فقہ حنبلی کی مشہور کتاب الروض المربع میں موجبات سزائے تعزیر بیان کرتے ہوئے علامہ منصور تحریر فرماتے ہیں:

(والتعزير) واجب فی كل معصية لا حد فيها ولا كفارة كاستمتاع لا حد فيه واتيان المراة المراة

تعزیر ہر اس جرم کی سزا ہے، جس میں نہ حد ہو نہ کفارہ جیسے ایسا جنسی تلذذ جس میں حد نہ ہو (یعنی دخول ثابت نہ ہو) اور عورت کا عورت سے استلذاذ (۴۹)

فقہاء اسلام نے جرائم کی بیخ کنی کے لیے صبی ممیز کو بھی مستحق سزا قرار دیا ہے۔ یعنی اگر ایسا بچہ جو نابالغ ہو مگر سمجھ دار ہو مثلاً دس بارہ سال کا ہو اگر وہ فاحشہ کا ارتکاب کرے تو اسے سزا دی جائے گی۔ نابالغ ہونے کی وجہ سے اسے صرف یہ رعایت ملے گی کہ اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی اور سزائے تعزیر بالغ کی نسبت ہلکی ہوگی۔ لیکن بوجہ عدم بلوغ اسے بری نہیں کیا جائے گا۔

فقہ حنبلی کی معروف کتاب منتہی الارادات کے مصنف فرماتے ہیں:

(۴۸) السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ لابن تیمیہ، ص ۱۱۱، ۱۱۲

(۴۹) الروض المربع لمنصور یونس ص ۴۹۔ انوار المسالک شرح عمدۃ السالک لاحمد نقیب المصری

لا نزاع بين العلماء ان غير المكلف كالصبي المميز يعاقب على الفاحشة تعزيرا بليغا

تمام علما کا اتفاق ہے کہ نابالغ مگر سمجھ دار بچہ اگر بدکاری کا ارتکاب کرے گا تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔ (۳۰)

تاہم یہ سختی اس کی عمر کے مطابق ہوگی۔ بالغ والی سخت سزا مراد نہیں ہے۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

ويجب التعزير في كل معصية لا حد فيها ولا كفارة كمباشرة دون الفرج وامراه امراه وسرقة لا قطع فيها وجناية لا قود فيها كصفع ووكز ان الدفع والضرب

تعزیر ہر اس جرم کے ارتکاب پر واجب ہے جس میں نہ حد ہو نہ کفارہ۔ جیسے شرم گاہ کے سوا جنسی تلذذ کا حصول' عورت کا عورت سے احتلاط' ایسی چوری کا ارتکاب جس میں حد نہ ہو' ایسی جسمانی زیادتی جس میں قصاص نہ ہو جیسے تھپڑ مارنا' دھکا دینا یا مارنا۔ (۳۱)

غور فرمایئے کہ باب التعزیر کتنا وسیع ہے کہ کسی کو دھکا دینا بھی جرم ہے اور تھپڑ مارنا بھی جرم۔ لہذا اگر کسی شخص کو جرم زنا میں گرفتار کیا گیا' قانونی موشگافیوں اور حدیث رسول ادرء وا الحدود بالشبهات پر عمل کرتے ہوئے حد کی وجہ سے ساقط ہوگئی مگر دیگر قرائن سے اس کا ارتکاب جرم ثابت ہوگیا تو باتفاق فقہاء اسلام اسے سقوط حد کی وجہ سے بری نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے تعزیری سزا دی جائے گی کیونکہ سقوط حد مجرم کی براءت کی دلیل نہیں اور اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

۱۔ گیراج سے باہر سڑک کے کنارے یا کار پارکنگ سے گاڑی لے بھاگنا موجب حد نہیں کیونکہ سڑک اور پارک ایریا حرز مثل نہیں ہے۔

۲۔ مسجد کے قالین' گھڑیاں یا پنکھے چوری کرنا۔

۳۔ کسی سٹیٹ بنک کی تجوری یا لاکرز سے رقم یا زیور اڑا لینا جبکہ زیور بینک کی ملکیت ہو۔

۴۔ سکولوں' کالجوں کی لائبریریوں سے کتب کی چوری۔

۵۔ فون کالوں اور بجلی کی چوری۔

(۳۰) منتہی الارادات ج ۳' ص ۳۶۱

(۳۱) ایضاً

۶۔ سرکاری دفاتر سے ٹائپ رائٹر او رفیکس مشینوں' ایئرکنڈیشنز' ریفریجریٹر یا دیگر سرکاری اشیا کی چوری۔

۷۔ ریلوے ٹکٹوں کی چوری اور بغیر ٹکٹ سفر کرنا۔

۸۔ اجنبیات کے ساتھ ڈانس کرنا۔

۹۔ بیوی کی لونڈی سے جماع کرنا۔

۱۰۔ باپ کا اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کرنا۔

۱۱۔ چوپایوں سے بدفعلی کا ارتکاب کرنا۔

غرضیکہ ایسے بے شمار جرائم ہیں جن میں حد کی سزا نہیں۔ اگر سقوط حد کا فائدہ مجرم کو یہ دیا جائے کہ وہ بری ہے تو پھر مندرجہ بالا جرائم میں سے کسی میں بھی حد نہیں۔ تو کیا مجرم کو صرف اس لیے چھوڑ دیا جائے گا کہ حد نہیں ثابت ہوتی؟ خدانخواستہ اگر اس قاعدے کو اپنا لیا جائے تو پھر اوباش لڑکوں اور فیشن زدہ لڑکیوں' مسجدوں سے چوریاں کرنے والوں' بددیانت اور چور افسروں کے مزے ہوں گے۔ اسی طرح کی سوچ بھی ملی تباہی کا باعث ہے' چہ جائیکہ اسے قانون کا سہارا دیا جائے۔

یاد رکھیے سقوط حد کا سبب شبہ ہوتا ہے' چاہے وہ شبہ فی الاثبات ہو یا شبہ فی الفعل یا شبہ فی المحل یا شبہ فی العقد۔ ان شبہات ضعیفہ کی وجہ سے صرف حد ساقط ہوگی' تعزیر بہرحال باقی رہے گی۔ کیونکہ سقوط حد کے لیے معمولی شبہ بھی کافی ہے اور تعزیر کے لیے شرعی نصاب شہادت اگر نہ بھی پورا ہو تو قرائن قویہ کی بنیاد پر یا دو گواہوں' دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے بھی تعزیری سزا دی جا سکتی ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ اسقاط حد کے لیے شبہ ضعیفہ کافی ہے اور اثبات تعزیر کے لیے قرینہ قویہ کافی ہے۔ سقوط حد سے وصف جرم ختم نہیں ہوتا۔ ارتکاب حرام کا جرم باقی رہتا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ سقوط حد میں شبہ ضعیفہ پایا جاتا ہو۔ اگر شبہ قویہ ہو تو البتہ سقوط حد کے ساتھ تعزیر بھی ساقط ہو جائے گی اور مجرم بری ہو جائے گا۔

امام ابوزہرہؒ فرماتے ہیں:

واذا کانت الشبھة ضعیفة فانھا تسقط الحد ولا تمحو وصف الحرمة فالتحریم ثابت واذا کانت عقوبة الحد سقطت فوراء ذلك عقوبة التعزیر وینتقل العقاب من	اگر شبہ ضعیف ہو تو اس سے حد تو ساقط ہوگی لیکن وصف جرم ختم نہ ہوگا۔ حرمت باقی رہے۔ لہٰذا اگر حد ساقط بھی ہوگی تو اس کے بدلے تعزیری سزا باقی ہے لہٰذا سزا حد سے منتقل ہو کر سزائے تعزیر میں بدل جائے گی۔ (۳۲)

عقوبة مقدرة الى اخرى غير مقدرة

شبہ ضعیفہ اور شبہ قویہ اپنے نتائج کے اعتبار سے

ابو زہرہؒ فرماتے ہیں:

الشبهة القوية تمحو وصف الجريمة ويرتب على ذلك سقوط العقوبة حتما والشبهة الضعيفة لا تمحو وصف الجريمة ولكنها تسقط الحد فقط .	شبہ قویہ وصف جرم کو ختم کر دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں سزا مکمل طور پر ساقط ہو جاتی ہے۔ شبہ ضعیفہ وصف جرم کو ختم نہیں کرتا' صرف سقوط حد کا فائدہ دیتا ہے۔ (۳۳)

شبہ قویہ کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً بنیادی طور پر اثبات دعویٰ میں قانونی سقم موجود ہو جیسے چوری کا مقدمہ تو قائم کر دیا جائے مگر نہ تو مال مسروقہ برآمد ہو اور نہ شہادت شرعیہ ہو۔ صرف ملزم کے مکان کے اندر پائے جانے اور نشانات قدم اور نشانات انگشت کی بنیاد پر چور قرار دیا جائے۔ شہادتوں میں تضاد ہو' کوئی گواہ وقوعہ کا وقت رات بتائے' کوئی صبح اور کوئی بعد از ظہر۔ یہ تمام شبہات قویہ ہوں گے جن سے نہ صرف حد ساقط ہو گی بلکہ مجرم صاف بری ہو جائے گا۔

اس کے برعکس شبہ ضعیفہ کی مثالیں یہ ہیں: مطلقہ ثلاثہ سے نکاح کر کے ہم بستری کرنا' سرکاری ٹائپ رائٹر یا فیکس مشین یا اور کوئی چیز دفتر سے بغرض مستقل قبضہ برائے تملیک اٹھا لے جانا' کسی شخص کا اجنبیہ کے ساتھ ایک بستر میں پایا جانا۔ یہ تمام جرائم ایسے ہیں کہ ان میں بوجہ شبہ کے حد جاری نہ ہو گی مگر سزائے تعزیر ضرور دی جائے گی کیونکہ خلوت بالاجنبیہ معصیت ہے گو زنا کے گواہ دستیاب نہ ہوں۔ ہر معصیت جرم ہے اور ہر معصیت قابل تعزیر ہے۔

(جاری)

(۳۲) العقوبۃ ص ۲۴۰

(۳۳) ایضاً

غیر منصوص مسائل کا حل

فقہ اسلامی میں تجویز کردہ طریق کار

مسلمانوں کی علمی میراث میں فقہ اسلامی کے نام سے جو ذخیرہ پایا جاتا ہے، وہ اپنے اجزائے ترکیبی کے لحاظ سے دو چیزوں سے عبارت ہے: ایک ان احکام کی تشریح وتعبیر جو قرآن وسنت میں منصوص ہیں، اور دوسرے ان مسائل کے بارے میں دین کے منشا کی تعیین جن سے نصوص ساکت ہیں اور جن کے حل کی ذمہ داری قرآن وسنت کے طے کردہ ضوابط کی روشنی میں امت کے علما کے سپرد کی گئی ہے۔ اپنے لغوی مفہوم اور قرآن وسنت کے استعمالات کے لحاظ سے فقہ کا لفظ ان دونوں دائروں کے لیے بولا جاتا ہے۔ تاہم اس کے اصطلاحی وعرفی مفہوم کے پیش نظر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ فقہ کی اصل جولان گاہ غیر منصوص احکام کا دائرہ ہے اسی لیے فقہی ذخیرے کا بیشتر حصہ انہی مسائل ومباحث کی تحقیق وتنقیح کے لیے خاص ہے۔

دوسرے تمام علوم وفنون کی طرح فقہ اسلامی بھی عہد بعہد ارتقا کے مراحل سے گزری ہے اور اس کے بنیادی وذیلی اصولوں کی ترتیب وتدوین اور ان سے بے شمار جزئیات کی تفریع سینکڑوں اہل علم کی علمی کاوشوں کی مرہون منت ہے۔ اس سارے عمل میں، فطری طور پر، مختلف رجحانات اور فکری خصائص رکھنے والے مکاتب فکر بھی وجود میں آئے ہیں جن کے مابین پیدا ہونے والی مختلف النوع علمی بحثیں فی الواقع علم ونظر کی آبیاری کرنے اور ان کو جلا بخشنے والی ہیں۔ فقہا کی ان مسلسل اور گوناگوں کاوشوں کا ثمر ہے کہ اسلامی فقہ نئے پیش آنے والے مسائل کے حل کے لیے ایک جامع، مربوط اور منضبط ضابطہ رکھتی ہے۔ مسلم فقہا نے نہایت دقت نظر کے ساتھ غیر منصوص احکام کو ان کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف دائروں میں تقسیم کیا اور ان کے حل کے لیے مختلف اطلاقی قواعد وضع کیے ہیں۔

جہاں تک فقہی آرا کے اختلاف کا تعلق ہے تو وہ علم وفکر کی دنیا کا ایک ناگزیر حصہ ہے۔ اس کے بغیر علوم وفنون نہ پھلتے پھولتے ہیں، نہ ان میں نئی نئی راہیں کھلتی ہیں اور نہ مختلف الجھنوں کی تنقیح کا سامان ہی فراہم ہو سکتا ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ یہ تمام حلقہ ہائے فکر حیرت انگیز طور پر اپنا انتساب ایک ہی بنیادی سرچشمے کی طرف کرتے

ہیں اور اگر وقت نظر سے جائزہ لیا جائے تو ان سب کا استدلال و استنباط چند ایسے کلی قواعد کے تابع ہوتا ہے جو ان کے مابین مابہ الاشتراک کی حیثیت رکھتے اور اس طرح اس غیر متناہی سلسلہ اختلافات میں رشتہ اتحاد پیدا کرتے ہیں۔

جہاں تک میں غور کر سکا ہوں، فقہی مکاتب فکر کے باہمی اختلافات بظاہر کتنے ہی وسیع الاطراف محسوس ہوتے ہوں، وہ بیشتر صرف اطلاق کے اختلافات ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ استنباط کے بنیادی اصول تو ایک ہی ہیں لیکن کسی خاص مسئلے میں ان کا اطلاق کرتے ہوئے اختلاف ہو جاتا ہے۔ ایک فقیہ اپنے علم و مطالعہ کی روشنی میں ایک اصول کا اطلاق درست سمجھتا ہے جبکہ دوسرے کے نزدیک بعینہ اس مسئلے میں کسی دوسرے اصول کا اطلاق بہتر ہوتا ہے۔

زیر نظر مقالہ میں، میں نے کوشش کی ہے کہ غیر منصوص مسائل کے حل کے لیے اسلامی فقہ میں تجویز کردہ طریق کار اور بنیادی قواعد کا ایک مختصر جائزہ پیش کروں اور ان کی توضیح چند ایسی مثالوں سے کروں جن میں ان قواعد کا اطلاق کیا گیا ہے۔ مثالوں کا انتخاب زیادہ تر جدید پیش آمدہ مسائل سے کیا گیا ہے تاکہ ایک طرف تو یہ بات واضح ہو کہ صدیوں پہلے طے ہونے والے یہ قواعد اپنی ہمہ گیری اور جامعیت کے لحاظ سے آج بھی قابل استناد ہیں اور دوسری طرف یہ حقیقت بھی سامنے آئے کہ ان قواعد کی افادیت کا مدار اس بات پر ہے کہ جزئیات میں اجتہاد کا سلسلہ رکے بغیر جاری رہے اور فقہ اسلامی زمانے کے مسلسل ارتقا کا برابر ساتھ دیتی رہے۔

فقہی و علمی مسائل میں، جیسا کہ میں نے عرض کیا، اہل علم کے مابین اختلاف رائے کا واقع ہو جانا ایک بالکل فطری امر ہے۔ چنانچہ تمام علمی آرا کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے ان آرا کو ترجیح دی ہے جو میرے ناقص فہم کے مطابق ازروئے اصول و قواعد اقرب الی الصواب ہیں۔

فقہ اسلامی کے ان قواعد کلیہ کا مطالعہ چار بنیادی عنوانات کے تحت کیا جا سکتا ہے:

۱۔ قیاس،

۲۔ احکام کی حکمت،

۳۔ مصالح اور

۴۔ عرف

قیاس

شریعت کے احکام اکثر و بیشتر کسی خاص علت پر مبنی ہوتے ہیں۔ قیاس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی منصوص حکم کو علت

کی بنا پر ان صورتوں میں بھی ثابت کیا جائے جن میں یہ علت پائی جاتی ہے۔ فقہ اسلامی کے قدیم وجدید ذخیرے میں مسائل کی ایک بہت بڑی تعداد کے احکام اس اصول کے مطابق اخذ کیے گئے ہیں۔ جدید مسائل میں اس کی ایک مثال بندوق کا شکار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تیر پھینک کر شکار کیے جانے والے جانور کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تیر کا نوک دار حصہ شکار کو لگا ہو اور اس سے جانور کا خون نکلا ہو تو وہ حلال ہے اور اگر تیر چوڑائی والی جانب سے جانور کو لگا ہے اور اس سے اس کی موت واقع ہوئی ہے تو چونکہ وہ ذبح نہیں ہوا بلکہ چوٹ لگنے سے مرا ہے، اس لیے حرام ہے۔ تیر پر قیاس کرتے ہوئے علما نے بندوق سے شکار کیے جانے والے جانوروں کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

قیاس کا عمل دو پہلو رکھتا ہے۔ ایک پہلو کا تعلق فہم نص سے ہے، یعنی اس میں کسی منصوص حکم کی علت متعین کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ علت کی پہچان، اس کی شرائط اور اس کی تعیین کے مختلف طریقوں پر اہل اصول نے بحث کی ہے لیکن یہ تفصیل یہاں ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

دوسرا پہلو اس حکم کے تعدیہ یعنی غیر منصوص صورتوں میں اس کے اطلاق سے متعلق ہے۔ کسی حکم کی علت کی درست تعیین کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ غیر منصوص مسائل پر اس کا اطلاق بھی درست ہو۔ اس ضمن میں فقہا نے متعدد عقلی قواعد وضع کیے ہیں جن میں سے چند بنیادی قواعد کا ہم اجمالاً یہاں تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) پہلا ضابطہ یہ ہے کہ قیاس کے دائرے میں وہ احکام نہیں آسکتے جن کے بارے میں مستقل نص موجود ہو۔ چنانچہ سفر کی حالت میں مغرب کی نماز کو ظہر، عصر اور عشا پر قیاس کرتے ہوئے قصر کر کے نہیں پڑھا جا سکتا۔ اسی طرح خاوند اگر اپنی بیوی پر بدکاری کا جھوٹا الزام لگائے تو اس پر قذف کی حد جاری نہیں کی جا سکتی۔

(۲) دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ ایسے منصوص احکام کو قیاس کا مبنیٰ نہیں بنایا جا سکتا جو شریعت کے عام ضوابط کے تحت نہیں آتے بلکہ ان کی نوعیت مخصوص احکام کی ہے۔ اس کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں:

ایک یہ کہ وہ حکم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہو۔ چنانچہ ازواج کی تعداد میں جو رخصت قرآن مجید کی رو سے خاص طور پر آپ کے لیے ثابت ہے، اس میں کسی دوسرے کو شامل نہیں کیا جا سکتا۔ احناف نے اسی اصول پر ایسے شخص کے لیے جو کسی کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کر سکا ہو، اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کو ناجائز قرار دیا ہے، اگرچہ رسول اللہ ﷺ سے ایسا کرنا ثابت ہے۔

دوسری یہ کہ اس کی نوعیت ایسی رخصت کی ہو جو رسول اللہ ﷺ نے کسی کو اپنے مخصوص اختیارات کے تحت دی ہو۔ روایات میں ابو بردہؓ کے لیے ایک سال سے کم عمر کی بکری کی قربانی کی اجازت اور سالم مولیٰ حذیفہؓ کے لیے بڑی عمر میں حذیفہؓ کی بیوی کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت کا ثبوت اسی نوعیت کے احکام ہیں، چنانچہ ان پر دوسرے کسی

فرد کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

تیسری یہ کہ وہ حکم کسی مخصوص حالت سے متعلق اور کسی قید سے مقید ہو۔ اس صورت میں اس کو عام حکم بنانا درست نہیں ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے جو نجاشیؓ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا انتقال ایک کافر ملک میں ہوا تھا اور اگرچہ مسلمان وہاں موجود تھے لیکن ان کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ ان کی نماز جنازہ پڑھتے اور اسلامی طریقے پر ان کی تدفین کرتے۔ چنانچہ نجاشیؓ پر قیاس کرتے ہوئے ایسے لوگوں کی غائبانہ نماز جنازہ تو پڑھی جا سکتی ہے جن کی نماز جنازہ نہ پڑھی جا سکی ہو لیکن اس کو ایک عام عمل بنانا درست نہیں ہوگا۔

(۳) تیسرا ضابطہ یہ ہے کہ قیاس کا مدار ظاہری مماثلت پر نہیں بلکہ حقیقی علت پر رکھنا چاہیے۔ جدید فقہی استنباطات نے اس اصول کی اہمیت کو نہایت موکد کر دیا ہے اس لیے کہ بالخصوص معیشت کے مسائل میں کیے جانے والے قیاسات کے نتائج بہت وسیع اور دور رس ہوتے ہیں، لہٰذا یہاں احکام میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ دو مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

<u>کرنسی نوٹ کی قوت خرید:</u> قرض دے کر مدت کے عوض میں اصل سے زائد رقم لینا سود ہے جو کہ شریعت میں حرام ہے۔ زمانہ قدیم میں سونا اور چاندی کو Medium of exchange یعنی اشیا کے تبادلہ کے لیے ذریعے کی حیثیت حاصل تھی، اس لیے شریعت میں سونے اور چاندی کے قرض میں اصل سے زائد مقدار لینے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ لیکن جدید معیشت میں سونے اور چاندی کو یہ حیثیت حاصل نہیں رہی بلکہ ان کی جگہ کرنسی نوٹ نے لے لی ہے۔ کرنسی نوٹ کی قیمت چونکہ یکساں نہیں رہتی بلکہ مختلف معاشی عوامل کے تحت کم اور زیادہ ہوتی رہتی ہے، اس لیے یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ نوٹ کی قوت خرید میں اس کمی بیشی کا مالی ادائیگیوں پر کیا اثر پڑے گا؟ مثال کے طور پر ایک شخص نے پانچ ہزار روپے کسی کو بطور قرض دیے اور قرض دیتے وقت ان کی قوت خرید ایک تولہ سونا تھی۔ کچھ عرصہ بعد جب مقروض نے قرض واپس کیا تو پانچ ہزار روپے کی قوت خرید کم ہو کر دس ماشے رہ گئی۔ اب کیا مقروض ہر حالت میں اتنی ہی مقدار میں نوٹ ادا کرے گا جتنے اس نے لیے تھے یا ان کی قیمت خرید کا لحاظ کرتے ہوئے اتنے نوٹ دے گا جن سے ایک تولہ سونا خریدا جا سکتا ہو؟ ایک رائے یہ ہے کہ نوٹوں کی مقدار وہی رہنی چاہیے کیونکہ کرنسی نوٹ بھی سونا چاندی کی طرح ثمن ہیں، اس لیے جیسے سونا چاندی کے قرض میں کمی بیشی درست نہیں، اسی طرح نوٹوں کے قرض میں بھی کمی بیشی ناجائز ہے۔ تاہم اس قیاس میں محض ظاہری مماثلت کو دیکھتے ہوئے حقیقی علت سے صرف نظر کر لیا گیا ہے۔ اس لیے کہ سونا چاندی کی ایک حیثیت تو بلاشبہ یہی ہے کہ وہ اشیا کے تبادلہ کے لیے ایک ذریعہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں لیکن اس کے ساتھ وہ بذات خود اپنی بھی ایک قیمت رکھتے ہیں اور جب مقروض اصل مقدار میں سونا یا چاندی

واپس کرتا ہے تو قرض خواہ کو کوئی نقصان برداشت نہیں کرنا پڑتا۔ اس کے برخلاف کرنسی نوٹ کی بذات خود کوئی قیمت نہیں ہوتی، بلکہ وہ ایک فرضی قوت خرید کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس لیے جس شخص نے دوسرے کو پانچ ہزار روپے دیے ہیں، اس نے نوٹوں کی شکل میں کوئی ایسی چیز اس کو نہیں دی ہے جو بذات خود قیمت رکھنے والی ہو بلکہ اس نے، درحقیقت، ایک ہزار روپے کی قوت خرید اس کے حوالے کی ہے۔ لہٰذا عدل وانصاف کی رو سے ضروری ہے کہ قرض دینے والے کو اس کی قوت خرید پوری واپس ملے، چاہے نوٹوں کی مقدار میں بظاہر زیادتی ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ اس صورت میں یہ زیادتی مدت کے عوض میں نہیں، جو کہ حرمت سود کی اصل علت ہے، بلکہ اس نقصان کی تلافی کے لیے ہوگی جو اس عرصے میں نوٹ کی قوت خرید میں واقع ہو گیا ہے۔

صنعتی پیداوار: شریعت میں مال تجارت پر ڈھائی فیصد جبکہ زمین کی پیداوار پر دس فیصد یا پانچ فیصد زکوٰۃ فرض کی گئی ہے۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ تجارت میں سرمایے کے محفوظ رہنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے اور سارے کا سارا سرمایہ ہر وقت معرض خطر میں ہوتا ہے، جبکہ زمین کی پیداوار میں نقصان اگر ہو سکتا ہے تو پیداوار میں ہو سکتا ہے۔ زمین، جو کہ پیداوار کا منبع ہے، بذات خود محفوظ رہتی ہے۔ اس اصول پر دیکھیے، جدید معیشت میں کارخانوں اور فیکٹریوں کی مصنوعات اور مکانوں اور جائیدادوں کے کرایوں کو اگرچہ علما نے بالعموم مال تجارت شمار کیا ہے لیکن ایک رائے یہ ہے کہ ان کا الحاق مال تجارت کے بجائے مزروعات کے ساتھ کر کے ان پر دس یا پانچ فیصد زکوٰۃ عائد کرنی چاہیے کیونکہ ان میں بھی ذرائع پیداوار یعنی مشینیں اور اوزار وغیرہ بالعموم نقصان سے محفوظ رہتے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ دوسری رائے عقل و قیاس کے زیادہ قرین ہے۔

(۴) چوتھا ضابطہ یہ ہے کہ بعض دفعہ علت سے قطع نظر کر کے محض احتیاطاً ایک چیز کو دوسرے کے قائم مقام قرار دے کر ایک کے احکام دوسری پر جاری کر دیے جاتے ہیں۔ مثلاً غسل واجب ہونے کی اصل علت تو منی کا خروج ہے لیکن احتیاطاً شرمگاہوں کے محض ملنے پر غسل واجب کیا گیا ہے۔ جدید مسائل میں اس سے ملتی جلتی صورت ٹسٹ ٹیوب کے استعمال میں پائی جاتی ہے۔ ٹسٹ ٹیوب کے طریقے میں مرد کی منی کو محفوظ کر کے اسے انجکشن کے ذریعے سے یا خود اسی ٹیوب کے ذریعے سے عورت کے رحم میں پہنچایا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا اس صورت میں عورت پر غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ ایک رائے یہ ہے کہ چونکہ غسل کا موجب درحقیقت منی کا ایسا دخول وخروج ہے جس میں جنسی لذت کا حصول بھی شامل ہو، اس لیے مذکورہ صورت میں غسل واجب نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک اس صورت میں از روئے علت نہیں لیکن از روئے احتیاط غسل واجب ہوگا۔

احکام کی حکمت

شریعت کے تمام احکام خاص حکمتوں پر مبنی ہیں جن کا حصول ان احکام کے پورا کرنے سے مقصود ہوتا ہے۔ غیر منصوص مسائل میں بعض دفعہ عقلی لحاظ سے کئی پہلوؤں کا اختیار کرنا ممکن ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ دیکھنا چاہیے کہ احکام کی حکمت کی رعایت کس پہلو میں زیادہ ہے۔ اس اصول کا اطلاق حسب ذیل مسائل میں ہوتا ہے۔

نمازوں کے اوقات: ایسے مقامات جہاں بعض نمازوں کا وقت نہ ملتا ہو مثلاً آفتاب کے طلوع وغروب کے درمیان گھنٹہ نصف گھنٹہ کا فاصلہ رہتا ہو یا کئی کئی ماہ تک مسلسل دن یا رات رہتے ہوں تو وہاں نمازوں کا حکم کیا ہے؟ بعض فقہا نے محض ظاہر کو دیکھتے ہوئے یہ فتوی دیا کہ چونکہ وقت نماز کے لیے شرط ہے، اس لیے ان علاقوں میں وہ نمازیں فرض نہیں ہوں گی جن کا وقت نہیں ملتا۔ لیکن دوسری رائے، جو زیادہ معقول ہے، یہ ہے کہ شریعت کا اصل مطلوب ایک مخصوص وقت کے اندر پانچ نمازیں ہیں۔ اوقات ان نمازوں کے لیے محض علامت اور ظاہری سبب کی حیثیت رکھتے ہیں نہ کہ حقیقی سبب کی۔ اس لیے مذکورہ علاقوں میں بھی چوبیں گھنٹے میں پانچ نمازیں ہی فرض ہوں گی اور ان کے اوقات قریبی علاقوں کے اوقات کے مطابق طے کیے جائیں گے۔

ٹیلی ویژن سے نماز: نماز ایک زندہ روحانی عمل ہے اور اس میں قلبی کیفیات کو اصل مقصود کی حیثیت حاصل ہے۔ ایک امام کے پیچھے باجماعت نماز پڑھنے سے یگانگت اور وحدت کی جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں، وہ ٹیلی ویژن یا ریڈیو کے پیچھے پڑھنے میں نہیں ہو سکتیں، چنانچہ مذکورہ صورتوں میں نماز درست نہیں ہوگی۔

نس بندی: اللہ تعالی نے انسان کو جس فطرت پر پیدا کیا ہے، اس میں تبدیلی اور اس کے تقاضوں سے انحراف دین میں حرام ہے۔ مردوں کے عورتوں سے اور عورتوں کے مردوں سے مشابہت اختیار کرنے کو اسی بنیاد پر حدیث میں قابل لعنت عمل قرار دیا گیا ہے۔ اسی اصول پر علما نے نس بندی کو حرام کہا ہے کیونکہ مردانہ صلاحیت اور اس کا جائز استعمال اس فطرت کا تقاضا ہے جس پر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے، اور اس فطرت کو ختم کرنے کا اختیار انسان کو نہیں دیا گیا۔

حسن کے لیے سرجری: سرجری کے طریقوں میں ترقی کے باعث یہ ممکن ہو گیا ہے کہ انسان اپنی شکل وشباہت کو سرجری کی مدد سے ایک خاص حد تک اپنی پسند کے مطابق بنوا لے۔ اسلام کے نزدیک انسانوں کی صورت گری مختلف حکمتوں کے تحت اللہ تعالی اپنی مرضی سے کرتے ہیں اور اچھی یا بری شکل دینے سے مقصود انسان کی آزمائش کرنا ہوتا ہے، اس لیے اللہ کی اس تقسیم کو قبول کرنا ہی بندگی کا تقاضا ہے۔ چنانچہ اگر محض حسن پیدا کرنے کے لیے سرجری کروائی جائے تو یہ حرام ہے۔ البتہ اگر کسی شخص کی خلقت انسانوں کی عام خلقت سے مختلف ہو یا کسی حادثے کے نتیجے

میں اصل شکل میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو سرجری کے ذریعے سے اس کا علاج درست ہوگا۔

حد میں مقطوع الید کی پیوند کاری: شریعت میں حدود کا مقصد محض مجرم کو سزا دینا نہیں بلکہ اسے معاشرے کے لیے عبرت بنا دینا بھی ہے لہٰذا سرجری کے ذریعے سے کسی ایسے شخص کے اعضا کو دوبارہ جوڑنا ناجائز ہوگا جس کا ہاتھ چوری میں یا جسم کا کوئی دوسرا حصہ قصاص میں کاٹا گیا ہو۔

روزہ میں انجکشن: علما کے مابین انجکشن سے روزہ ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک انجکشن مطلقاً ناقض ہے اور بعض رگ میں لگائے جانے والے انجکشن کو ناقض اور دوسرے کو غیر ناقض قرار دیتے ہیں۔ اس سے قطع نظر کہ انجکشن میں کون سی صورت پائی جاتی ہے، علما نے یہ بات بطور اصول تسلیم کی ہے کہ اگر جسم کے اندر داخل کی جانے والی کوئی چیز کسی منفذ کے ذریعے سے دماغ یا معدہ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک روزے کا مقصد دراصل انسان کو اپنے نفس کی خواہشات پر قابو پانے کی تربیت دینا ہے اور اس مقصد کے لیے شریعت میں اکل وشرب اور جماع کو ممنوع کیا گیا ہے۔ چونکہ علاج کی غرض سے کسی بھی قسم کی بیرونی دوا یا انجکشن استعمال کرنے سے اس مقصد پر کوئی فرق نہیں پڑتا، اس لیے یہ چیزیں ناقض صوم نہیں ہو سکتیں۔ البتہ اگر کوئی شخص کوئی دوا یا انجکشن استعمال ہی اس غرض سے کرتا ہے کہ اس کے بدن کو تقویت پہنچے اور کمزوری محسوس نہ ہو تو یہ روزے کے مقصد کے خلاف ہے، لہٰذا اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا، خواہ وہ رگ میں لگایا جائے یا گوشت میں۔

کیسٹ کو بے وضو چھونا: بعض علما کا خیال ہے کہ ایسی کیسٹ کو چھونے کے لیے بھی باوضو ہونا ضروری ہے جس میں قرآن مجید کی تلاوت ریکارڈ کی گئی ہو کیونکہ وضو کے حکم کا مقصد قرآن کا احترام ہے اور احترام جیسے لکھے ہوئے قرآن کا ہونا چاہیے، اسی طرح ریکارڈ کیے ہوئے قرآن کا بھی ہونا چاہیے۔ ہمارے خیال میں ادب اور احترام کا تعلق انسان کی داخلی کیفیات سے ہے۔ چونکہ کیسٹ پر قرآن ظاہری طور پر لکھا ہوا نہیں ہوتا اس لیے اس کو چھوتے ہوئے آدمی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ اس نے قرآن پکڑا ہوا ہے اور نہ وہ کوئی حجاب محسوس کرتا ہے، چنانچہ اس صورت میں باوضو ہونے کی شرط لگانا درست نہیں۔

ٹیپ ریکارڈر سے قرآن سننے پر سجدۂ تلاوت: علما کا خیال ہے کہ ٹیپ ریکارڈر سے تلاوت سننے پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا کیونکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ سننے والا، خود پڑھنے والے کی زبان سے قرآن سنے۔ ہمارے نزدیک سجدۂ تلاوت کی حکمت یہ ہے کہ آدمی ایسی آیات کو سن کر جن میں سجدہ کی ترغیب دی گئی ہے، فوراً ان کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی عاجزی کا اظہار کرے۔ ظاہر ہے کہ اس میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آیت کسی کی زبان سے سنی گئی ہے یا ٹیپ ریکارڈر سے، اس لیے ہمارے نزدیک دونوں صورتوں کا حکم ایک ہونا چاہیے۔

مصالح

مصالح کے عنوان کے تحت مختلف ذیلی اصول مندرج ہوتے ہیں:

(۱) الدین یسر

پہلا اصول یہ ہے کہ مامورات میں، یعنی ایسی باتوں میں جن کا کرنا دین میں مطلوب ہے، حتی الوسع یسر اور آسانی کو ملحوظ رکھا جائے۔ ہمارے نزدیک حسب ذیل مسائل میں اس اصول کا اطلاق ہونا چاہیے۔

وگ اور مصنوعی دانتوں کے ساتھ غسل: علما نے ایسے دانتوں میں جو مستقل طور پر لگا دیے گئے ہوں اور ایسے دانتوں میں جن کو اتارا جا سکے، فرق کرتے ہوئے دوسری صورت میں غسل میں دانتوں کے اتارنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ اسی طرح سرجری کے بعض نئے طریقوں میں گنجے پن کے مریضوں کے سر پر ایک جھلی، جس پر بال لگے ہوتے ہیں، مستقل طور پر لگا دی جاتی ہے جو سر سے جدا نہیں ہو سکتی۔ علما نے اس طرح کی وگ کو بھی غسل سے مانع قرار دیا ہے۔ ہماری رائے میں یہ دونوں فتوے یسر کے خلاف ہیں۔

ناخن پالش کے ساتھ وضو اور غسل: ناخن پالش کے بارے میں علما کا موقف یہ ہے کہ اس کے ساتھ وضو درست نہیں کیونکہ اس کی تہہ (layer) ناخنوں تک پانی کے پہنچنے سے مانع ہے۔ ہمارے نزدیک یسر کے اصول کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ایسی چیز جو جسم کے ساتھ اس طرح چپک جائے کہ اس کو الگ کرنے کے لیے رگڑنے یا کھرچنے کی ضرورت پڑے، اسے اصل جلد ہی کے حکم میں تصور کیا جائے۔ اس طرح ناخن پالش، پینٹ یا تارکول وغیرہ کے جسم پر لگنے کی صورت میں ان کو اتارے بغیر وضو اور غسل درست ہوگا۔

(۲) الاصل الاباحۃ

دوسرا اصول یہ ہے کہ اشیا میں اصل اباحت ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر عمل درست ہے، الا یہ کہ اس کے خلاف کوئی ممانعت شریعت میں وارد ہوئی ہو۔ اس اصول پر حسب ذیل امور جائز قرار پاتے ہیں۔

اعضا کی پیوند کاری: علما کے ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ ایک انسان اپنا کوئی عضو اپنی زندگی میں یا موت کے بعد کسی دوسرے شخص کو نہیں دے سکتا، کیونکہ اس کا جسم درحقیقت اللہ کی ملکیت ہے، اس لیے اسے اپنے جسم پر اس نوعیت کا تصرف کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ علما کے دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ اعضا کی منتقلی سے انسانوں کا فائدہ متعلق ہے کیونکہ اس طریقے سے کئی مریض مرض سے نجات پا لیتے ہیں اور بعض صورتوں میں ان کی زندگی بھی بچائی جا سکتی ہے، اس لیے یہ طریقہ درست ہے۔ ہمارے نزدیک یہ دوسری رائے درست ہے۔

نسٹ ٹیوب: نسٹ ٹیوب کی مدد سے بعض بے اولاد جوڑوں کے ہاں اولاد پیدا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس طریقے سے فائدہ اٹھانا بالکل جائز ہوگا، بشرطیکہ بچے کی تولید میں مادہ ایسے مرد و عورت ہی کا استعمال کیا جائے جو شرعی طور پر میاں بیوی ہیں۔

چٹ فنڈ یا کمیٹی: ہمارے معاشرے میں عام لوگوں نے سہولت کی غرض سے کمیٹی کے نام سے قرض کا ایک طریقہ رائج کیا ہے جس میں تمام شرکا ہر ماہ رقم کی ایک متعین مقدار ادا کرتے ہیں اور جمع شدہ رقم باری کے مطابق کسی ایک رکن کو دے دی جاتی ہے۔ اس طرح تمام شرکا اپنی اپنی باری پر اپنی رقم پوری کی پوری اکٹھی وصول کر لیتے ہیں۔ بعض اہل علم نے اگرچہ اس کو غلط قرار دیا ہے، لیکن ہمارے نزدیک اس طریقے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ البتہ اس کا ایک دوسرا طریقہ جس میں شرکا کو اپنی ادا کردہ رقم سے کم یا زیادہ پیسے مل جاتے ہیں، صریحاً ناجائز ہے۔

ممسک حیض ادویہ: حج کے ایام میں تمام افعال حج کو اپنے مقرر وقت پر انجام دینے کے لیے اگر خواتین ایسی ادویہ استعمال کریں جو وقتی طور پر حیض کے خون کو روک دیں تو کوئی قباحت نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی خاتون محسوس کرے کہ رمضان کا مہینہ گزرنے کے بعد تنہا روزے رکھنا نفسیاتی طور پر مشکل ہوگا تو وہ رمضان ہی میں روزے رکھنے کے لیے ایسی ادویہ استعمال کر سکتی ہے۔

(۳) الضرورات تبیح المحظورات

تیسرا اصول یہ ہے کہ شریعت کے حرام کردہ امور اضطرار کی حالت میں، ضرورت کے مطابق جائز قرار پاتے ہیں۔ اس کا اطلاق حسب ذیل صورتوں میں ہوتا ہے:

بینک کی ملازمت: بینک کی بنیاد چونکہ سودی کاروبار پر ہے، اس لیے حدیث کی رو سے اس میں کسی بھی درجے میں شرکت حرام ہے۔ تاہم اگر کسی شخص کے پاس اس کے علاوہ کوئی ایسا ذریعہ معاش نہ ہو جس سے اس کے روزمرہ اخراجات پورے ہو سکتے ہوں تو وہ متبادل ذریعہ معاش میسر ہونے تک بینک کی ملازمت کر سکتا ہے۔

سودی قرض لینا: سود پر قرض دینا اور لینا، اصولی طور پر، دونوں حرام ہیں۔ تاہم اگر کوئی شخص اپنی روزمرہ ضروریات (خوراک اور لباس) پورا کرنے سے بھی عاجز ہو تو وہ ضرورتاً سود پر قرض لے سکتا ہے۔

ٹیکس اور سود میں سود کی ادائیگی: اگر کسی شخص کے پاس سود کی رقم کسی طریقے سے آجائے تو وہ اسے اپنے کسی استعمال میں نہیں لا سکتا، اس کے لیے اس کو اپنی ملک سے نکال دینا واجب ہے۔ البتہ اگر اس پر کسی ایسے ٹیکس کی ادائیگی واجب ہو جو حکومت نے ناجائز طور پر عائد کیا ہے یا اس نے مجبوراً سود پر قرض لیا ہو تو وہ سود کی مد میں حاصل ہونے والی رقم کو ٹیکس اور سود کی ادائیگی میں استعمال کر سکتا ہے۔

<u>پوسٹ مارٹم</u>: انسانی جسم کی چیر پھاڑ ناجائز ہے۔ لیکن علاج یا دیگر ضرورتوں کے تحت اس کی اجازت ہے۔ طب جدید میں موت کی وجوہ اور اس طرح کے دیگر معاملات کی تفتیش کے لیے مردے کے جسم کا پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے۔ ضرورت کے اصول کے تحت یہ درست ہوگا۔

(۴) المشقة تجلب التيسير

چوتھا اصول یہ ہے کہ شریعت نے بعض احکام میں جو شرائط وقیود لاگو کی ہیں، اگر کسی موقع پر ان کی پابندی کرنے سے حرج لاحق ہوتا ہو تو ان کی رعایت ضروری نہیں رہے گی۔

<u>طویل الاوقات علاقوں میں روزہ</u>: ایسے علاقے جہاں ایک طویل عرصہ تک مسلسل دن اور پھر رات کا سلسلہ رہتا ہے، روزے کے اوقات قریب علاقوں کے اوقات کے مطابق طے کیے جائیں گے کیونکہ اس قدر طویل عرصہ تک روزہ رکھنا ناممکن ہے۔

<u>ٹرین، ہوائی جہاز وغیرہ میں نماز</u>: نماز میں قیام کرنا اور قبلہ رخ ہونا لازم ہے۔ تاہم ٹرین، ہوائی جہاز یا بحری جہاز میں سفر کرتے ہوئے اگر قیام کرنے یا قبلہ رخ ہونے کا التزام کرنے میں دقت ہو تو یہ شرائط ساقط ہو جائیں گی اور بیٹھ کر کسی بھی جانب منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہوگا۔

<u>حالت حیض میں بیت اللہ کا طواف</u>: بیت اللہ کے طواف کے لیے حیض ونفاس اور جنابت سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اس لیے اگر ایام حج میں عورت کو حیض آ جائے تو وہ پاک ہونے کے بعد ہی طواف زیارت کر سکتی ہے۔ لیکن آج کل اس پر عمل کرنا ممکن نہیں۔ کیونکہ حکومت سعودیہ کی طرف سے حاجیوں کو مخصوص دنوں کا ویزا جاری کیا جاتا ہے اور ان کی واپسی کی تاریخ کئی دن پہلے سے مقرر ہو چکی ہوتی ہے اس لیے عورتوں کے لیے حیض سے پاک ہونے کا انتظار کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ اس صورت میں فقہا نے اجازت دی ہے کہ عورت ناپاکی کی حالت میں ہی طواف زیارت کر سکتی ہے۔

<u>حالت حیض میں تلاوت قرآن</u>: حیض کی حالت میں عورت کے لیے قرآن کا پڑھنا ناجائز ہے۔ لیکن اگر کوئی عورت کسی مکتب میں معلمہ یا طالبہ ہو تو ظاہر ہے کہ زیادہ دنوں تک چھٹی کرنے سے تعلیمی سرگرمیوں میں حرج واقع ہوتا ہے، لہٰذا ایسی خواتین کے لیے حالت حیض میں قرآن کا پڑھنا پڑھانا جائز ہوگا۔

(۵) ما ادى الى المحظور فهو محظور

اس اصول کا دوسرا نام سد ذرائع ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے امور جو کسی ممنوع کام کا ذریعہ بنتے ہوں، ناجائز ہیں۔

جدید مسائل میں اس کی نظیر مانع حمل ادویہ اور آلات کی عام فراہمی ہے۔ علما نے بجا طور پر یہ کہا ہے کہ معاشرے کو زنا سے محفوظ رکھنے کے لیے داخلی پاکیزگی کی تربیت کے ساتھ ساتھ خارجی موانع بھی برقرار رہنے چاہئیں اور شریعت نے اسی غرض پردہ وغیرہ کے احکام دیے ہیں۔ زنا کے بارے میں انسانی جبلت اور معاشرتی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس میں اصل مانع کی حیثیت بدنامی کے خوف کو حاصل ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اس مانع کو معاشرے میں برقرار رکھا جائے، ورنہ زنا پر کنٹرول ناممکن ہو جائے گا۔ مانع حمل ادویہ اور آلات کی سرعام فراہمی نے خود ہمارے معاشرے میں بھی، جہاں اعتقادی طور پر زنا کو حرام سمجھا جاتا ہے، اس خوف کو ختم کر دیا ہے اور زنا پہلے کی نسبت کہیں زیادہ عام ہو گیا ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ مانع حمل ادویہ اور آلات کی فراہمی کو محدود کیا جائے اور شادی شدہ جوڑوں کے علاوہ دوسروں کو اس کی فراہمی پر پابندی عائد کی جائے۔

(۲) یختار اھون الشرین

اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی صورت حال میں دو غلط راستوں میں سے ایک کو اختیار کرنا پڑے تو کم مفاسد والے راستے کو اختیار کیا جائے گا۔ اس کی مثالیں حسب ذیل ہیں:

<u>ظلم کے نظام میں شرکت:</u> کسی ایسے اسلامی یا غیر اسلامی ملک میں جہاں ظلم کا نظام ہو، کاروبار حکومت میں شریک ہونے کی صورت میں، ظاہر ہے، آدمی کو بہت سے ناجائز کام کرنے پڑیں گے، چاہے وہ دل سے ان کے کرنے پر آمادہ نہ ہو۔ یہی صورت ہمارے معاشرے میں تجارت کی ہے۔ لیکن اگر ان میدانوں میں شرکت کو نیک لوگوں کے لیے بالکل ممنوع قرار دیا جائے تو یقیناً زیادہ بڑے مفاسد پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ چنانچہ حکمت کا تقاضا ہے کہ ایسے لوگوں کو ان میدانوں میں آنے کی نہ صرف اجازت بلکہ ترغیب دی جائے جو طبعاً برائی کو ناپسند کرتے ہوں اور اس کو مجبوری کے دائرے میں رکھتے ہوئے باقی امور میں ملک وقوم کی خدمت انجام دے سکیں۔

<u>جڑواں بہنوں کا نکاح:</u> اگر دو عورتیں اس طرح پیدا ہوئی ہوں کہ ان کے اعضا ایک دوسرے کے ساتھ ناقابل انفصال طریقے پر جڑے ہوئے ہوں تو ان کے نکاح کا کیا حکم ہے؟ عقلاً اس میں تین احتمال ہیں: یا تو وہ دونوں مجرد رہیں، یا دونوں کا نکاح دو الگ الگ مردوں سے کر دیا جائے، اور یا دونوں کو ایک ہی مرد کے نکاح میں دے دیا جائے۔ ان میں سے تیسری صورت میں پہلی دو صورتوں کی بہ نسبت کم قباحت اور ضرر پایا جاتا ہے، اس لیے ہمارے نزدیک اسی کو اختیار کیا جائے گا۔

عرف

قانون سازی میں معاشرے کے عرف ورواج کی اہمیت دنیا کے تمام قدیم وجدید قانونوں میں مسلم ہے اور فقہ اسلامی میں بھی اسے ایک مستقل ماخذ قانون کی حیثیت دی گئی ہے۔

(۱) عرف کے ضمن میں پہلا ضابطہ یہ ہے کہ اگر وہ نصوص شریعت اور اس کے مزاج کے خلاف نہ ہو تو معتبر ہوگا۔ ہر معاشرہ اپنی ضروریات اور حالات کے لحاظ سے افراد معاشرہ کے حقوق کی حفاظت اور معاملات کو بسہولت انجام دینے کے لیے مختلف طریقے اختیار کرتا رہتا ہے۔ اس نوعیت کے تمام احکام اسلامی فقہ میں حجت مانے جاتے ہیں، الا یہ کہ وہ شریعت کی طے کردہ حدود ومقاصد سے ٹکراتے ہوں۔

اس کی ایک مثال حقوق کی وہ قسم ہے جسے فقہا حقوق عرفیہ کا نام دیتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے ایسے حقوق جو نص سے ثابت نہیں لیکن کسی خاص عرف یا ماحول میں تسلیم کیے جاتے ہیں۔ چونکہ ان کے ثبوت کا مدار عرف پر ہے، اس لیے زمان ومکان کے اختلاف سے یہ مختلف بھی ہو سکتے ہیں۔ حقوق عرفیہ کی چند نئی صورتیں جو ہمارے زمانے میں رائج ہیں اور جنھیں اہل علم نے تسلیم کیا ہے، حسب ذیل ہیں:

پگڑی: کرایہ داری کے مروج طریقوں میں جائیداد کا مالک کرایہ دار سے کرایہ کی رقم کے علاوہ ایک متعین رقم پگڑی کے نام سے الگ سے وصول کرتا ہے جس کا مقصد کرایہ دار کی جانب سے جائیداد کی حفاظت اور بروقت جگہ خالی کرنے کی ضمانت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ علما نے اس صورت کو درست تسلیم کیا ہے۔

حق تالیف وایجاد وحق طباعت: جدید قوانین میں کسی کتاب کے مصنف یا ناشر کا یہ حق تسلیم کیا گیا ہے کہ ان سے اجازت لیے یا ان سے معاہدہ کیے بغیر کوئی دوسرا شخص یا ادارہ اس کتاب کو شائع نہیں کر سکتا۔ اسی طرح بعض مخصوص ایجادات کے موجدین کی اجازت کے بغیر ان کی تیاری اور فروخت نہیں کی جا سکتی۔

رجسٹرڈ نام اور ٹریڈ مارک: کمپنیاں مختلف کاروباری فوائد کی خاطر مخصوص نام اور ٹریڈ مارک رجسٹرڈ کرا کر اپنی مصنوعات کی تشہیر کرتی ہیں اور اس طرح صارفین میں اس نام کی ایک reputation بن جاتی ہے۔ جدید قوانین کی رو سے کسی دوسری کمپنی کو اس نام یا ٹریڈ مارک کے ساتھ مصنوعات بنانے یا بیچنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ اس سے اصل کمپنی کو کاروباری لحاظ سے نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور لوگوں کے ساتھ بھی دھوکا ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ عرف اگر نصوص شریعت یا اس کے مزاج کے خلاف ہو تو معتبر نہیں ہوگا۔ چنانچہ جدید دور میں سود، جوئے اور دیگر شرعی محرمات کی تمام صورتوں کو اہل علم نے بالاتفاق حرام قرار دیا ہے، اگرچہ وہ معاشرے

میں بہت عام ہوگئی ہیں۔

(۳) تیسرا ضابطہ یہ ہے کہ عرف اگر قیاس خفی کے معارض ہو تو عرف کو ترجیح ہوگی۔

اس کی ایک مثال تعطیلات کی اجرت ہے۔ قیاس کی رو سے تو آدمی کو صرف ان دنوں کی اجرت لینی چاہیے جن میں اس نے خدمت انجام دی ہے، لیکن چونکہ بالعموم اداروں، محکموں اور کمپنیوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ ملازمین کو تعطیلات کی اجرت بھی دی جاتی ہے، اس لیے یہ طریقہ درست مانا گیا ہے۔

اسی طرح ہمارے ملک میں یہ طریقہ رائج ہے کہ پرنٹنگ پریس چند نسخوں سے لے کر ایک ہزار یا گیارہ سو تک نسخوں کی اشاعت کا ایک ہی معاوضہ وصول کرتا ہے۔ بظاہر دس یا بیس نسخوں اور ایک ہزار نسخوں میں بڑا تفاوت ہے اور از روئے قیاس طباعت کے معاوضے میں بھی فرق ہونا چاہیے، لیکن چونکہ یہ طریقہ عام رائج ہے اور عرفاً اس کو تسلیم کیا جاتا ہے، لہٰذا قیاس ناقابل التفات ہوگا۔

(۴) چوتھا ضابطہ یہ ہے کہ عرف کے بدلنے سے احکام بھی بدل جاتے ہیں۔

مثلاً کرنسی نوٹ جب نیا نیا متعارف ہوا تو اس وقت عرف کے لحاظ سے اس کی حیثیت ایک وثیقہ اور ضمانت کی تھی، چنانچہ علما نے اس کے لین دین پر وثیقہ کے فقہی احکام جاری کرتے ہوئے فتویٰ دیا تھا کہ ان سے زکوٰۃ یا قرض وغیرہ اس وقت تک ادا نہیں ہوں گے جب تک کہ صاحب حق بینک سے اصل زر وصول نہ کر لے۔ لیکن اب نوٹ کی حیثیت عرفی ثمن کی ہے اور کوئی شخص ان کو وثیقہ یا اصل رقم کی ضمانت نہیں سمجھتا، لہٰذا ان پر عرفی ثمن کے احکام جاری ہوں گے اور ان کے ادا کرنے سے قرض، زکوٰۃ اور دوسری ادائیگیاں حقیقی ادائیگیاں سمجھی جائیں گی۔

انسانی علم کے ارتقا نے جو نئی سہولیات مہیا کی ہیں، ان سے استفادہ بھی، ہمارے نزدیک، اسی ضمن میں آتا ہے۔ چنانچہ رویت ہلال میں جدید سائنسی آلات سے، جرائم کی تفتیش میں تربیت یافتہ کتوں اور انگلیوں کے نشانات سے، اور قتل و زنا کے مقدمات کی تحقیق میں پوسٹ مارٹم، ڈی این اے ٹیسٹ اور طبی معائنے کی دوسری صورتوں سے مدد لینا اور ان پر اعتماد کرنا بالکل درست ہوگا۔

اس جائزے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی فقہ نئے پیش آنے والے مسائل کے حل کے لیے ایک جامع، مربوط اور منضبط ضابطہ رکھتی ہے۔ اس ضمن میں فقہا کے وضع کردہ قواعد مضبوط علمی و عقلی اساسات پر مبنی ہیں اور چند جزوی اختلافات سے قطع نظر، فقہا کے مابین ہمیشہ مسلم رہے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی بنیاد خود قرآن مجید، رسول اللہ ﷺ کی سنت اور فقہا صحابہ کے اجتہادات میں موجود ہے۔ ان قواعد کی جامعیت عقلی استقرا کے لحاظ

سے بھی بالکل قطعی ہے اور ان چودہ صدیوں میں ان کے عملی استعمال نے بھی واضح کر دیا ہے کہ یہ قیامت تک انسانی زندگی کو پیش آنے والے ہر نشیب وفراز کا سامنا کرنے اور ہر قسم کے مسائل کے حوالے سے دین کا منشا متعین کرنے کے لیے کافی وشافی ہیں۔ هذا ما عندى والله اعلم بالصواب

مراجع

(۱) اصول الفقہ: خضری بک

(۲) الوجیز فی اصول الفقہ: عبدالکریم زیدان

(۳) فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر: مولانا محمد تقی امینی

(۴) عرف وعادت اسلامی قانون میں: ساجد الرحمن صدیقی

(۵) فقہ اسلامی میں نظریہ سازی: ڈاکٹر جمال الدین عطیہ، مترجم: مولانا عتیق احمد قاسمی

(۶) اسلامی قانون کے کلیات: ڈاکٹر عبدالمالک عرفانی

(۷) جدید فقہی مسائل: خالد سیف اللہ رحمانی

(۸) فقہی مقالات: مولانا محمد تقی عثمانی

(۹) جدید فقہی مباحث: مرتب، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی

(۱۰) مقالات سواتی: مولانا صوفی عبدالحمید سواتی

(۱۱) اسلام کیا ہے؟، ڈاکٹر محمد فاروق خان

(۱۲) سیاست ومعیشت: جاوید احمد غامدی

محترم نعیم صدیقی صاحب کا مکتوب گرامی

نعیم صدیقی صاحب ہمارے ملک کے بزرگ دانش ور ہیں جو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے قریبی ساتھیوں اور جماعت اسلامی کے فکری مربیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے ایک مکتوب میں محترم جاوید احمد غامدی صاحب اور ان کے شاگردوں کے ساتھ گزشتہ دنوں ہونے والی مدیر الشریعہ کی تحریری گفتگو کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ ضروری نہیں کہ ان کے سارے ارشادات سے ہمیں بھی اتفاق ہو مگر ایک صاحب فکر ونظر اور بزرگ دانش ور کے خیالات وتاثرات سے قارئین کو محروم کرنا مناسب خیال نہ کرتے ہوئے یہ مکتوب شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

مکرمی مولانا زاہد الراشدی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اشراق میں جناب جاوید احمد غامدی جو گل کتر کر گلشن اسلام کی شان دکھا رہے ہیں، میں ان سے بلاتعصب مستفید ہوتا ہوں۔ مگر ان میں اور ان کے تیار کردہ ہم سفران فکر ودانش میں بعض جھول ایسے ہیں کہ دل مسوس کر رہ جاتا ہوں۔

ایک تو ان میں بے شمار حلقہ ہائے فکر ونظر اسلامی میں سے ذرا ابھر کر کچھ نئی راہیں نکالنے کا معاملہ ہے۔ وہ ان کی خاص ضرورت ہے۔ وہ تمام نصوص اور معاملات اور نقطہ ہائے نظر سے خورد بینی نگاہ کے ساتھ ایسے پہلو یا گوشے نکالتے ہیں کہ ایک متوسط قاری یہ تاثر لے سکتا ہے کہ وقت کا کوئی بڑا مجتہد پیدا ہوا ہے جو عام سی باتوں میں ایسے ایسے لطیف نکتے نکالتا ہے کہ سر پھر جاتا ہے۔ مگر اہل علم وتحقیق اگر بغور تجزیہ کریں تو بس ایک طرح کا پندار م ہے۔ اسی کو آپ نے تفرد کہا ہے اور اس تفرد کے بغیر کوئی نوخیز آدمی جگہ بنا ہی نہیں سکتا۔ زور ہمیشہ کسی مروج ومعروف مسئلے میں اختلافی دراڑ پیدا کرنے کا ہے۔ مشکل یہ کہ اس تفرد کو کسی طرف سے مسلمہ علمی شخص یا ادارے کی سند ملنی چاہیے۔ اس سند کے لیے وہ فوراً اصلاحی صاحب کی طرف لپکتے ہیں۔ ایک متعین مرکز استفادہ، چند مسائل تفرد -- یہ وہ سرمایہ ہے جس سے ایک نئے مرکز علم وفکر کا قیام عمل میں آتا ہے۔

میں نے آپ کی جرات مندی کو سراہا کہ اکیلے میدان میں اترے اور دوسری طرف سے تین چار نوجوانوں کا جتھا آپ کے پیچھے لگ گیا۔ مگر کہیں خم آپ نے بھی نہیں کھایا۔ بے اختیار میرا جی چاہا کہ میں آپ کی مدد کو نکلوں۔ مگر کم علمی الگ، میری صحت کی کشتی عرصہ سے گرداب میں ہے۔

جہاد کے موضوع پر مجھے بالکل اپنے طرز پر کچھ کہنا ہے، مگر بے بس ہوں۔ اسی طرح دوسرے مسئلے۔ مثلاً اس وقت کہیں بھی اسلامی قانون، اسلامی عدالتیں اور ان پر اسلامی حکومت کا انضباط موجود نہیں ہے۔ کتنے ہی فیصلے شریعت کے خلاف آتے ہیں۔ پبلک کے پاس جوابی دباؤ کا کوئی راستہ نہیں بجز دار الافتا کے۔ آپ نے اسے بھی پابند کر دیا کہ کسی بدراہ قانون وعدالت کی مکھی پر مکھی مارنے کے سوا تم کچھ نہیں کر سکتے۔ پھر کئی علاقوں میں بعض مدتوں میں سرکاری قانون کو فیل کرنے اور شرعی قانون کو نافذ کرنے کے انتظامات کیے گئے اور عجیب عجیب کامیابیاں حاصل ہوئیں۔

جاوید صاحب میرے لیے بمنزلہ عزیز کے ہیں، میں ان کی صلاحیتوں کا معترف بھی ہوں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ذہانت وصلاحیت ایسا خزانہ ہوتی ہے کہ شیطان اس کے گرد منڈلاتا رہتا ہے۔ یہ بات اپنے لکھنے پڑھنے کے زمانے میں میرے سامنے رہتی تھی۔ شیطان کی یہ دل چسپی ویسی ہی ہے جیسی حسن وشباب کا خزانہ کہیں پائے تو وہاں شیاطین ہر لحظہ چکر لگائیں گے۔ اسی طرح دولت اور اقتدار کے لیے ان کی دل چسپیاں ہیں۔

اس بارے میں غفلت کی وجہ سے وہ بعض بڑی غلطیوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ دعوت وتبلیغ، تعلیم وتربیت اور سیاست کاری کے تینوں کام ایک سلسلے میں جمع نہیں ہو سکتے۔ ان کے لیے الگ الگ تنظیمیں ہوں جو ایک دوسرے کے تسلط سے آزاد ہوں۔ دوسری بڑی غلطی یہ کہ اقیموا الدین کی تشریح انہوں نے ایسے انداز سے کی کہ مساعی اقامت دین کے جذبے کو ختم کرنے کی صورت پیدا ہو گئی۔ اس سلسلے میں دلائل سے مسلح ہوں، مگر وہی نہ وقت، نہ ہمت۔ لہٰذا جو کچھ ہوتا ہے دیکھتا ہوں۔ اشراق کے حاشیے پر پنسل سے بہت ہی رف سے اشارات لکھتا ہوں کہ شاید ان کی بنیاد پر کچھ لکھنا ممکن ہو۔ مگر نئے شمارے نئے مباحث لے کے آجاتے ہیں۔ لہٰذا مسلک یہ بنا کہ ع

صورت آئینہ سب کچھ دیکھ اور خاموش رہ

آپ سے زندگی بھر نہ شرف ملاقات حاصل ہوا، نہ مراسلت کا تعلق۔ بس آپ جیسے معروف آدمی پر نگاہ ضرور رہی اور کبھی آپ کی تحریریں پڑھیں بھی۔ دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ سے دین کی خدمت مزید لے۔

نیاز کیش

نعیم صدیقی

۲۹ جون (شب) ۲۰۰۱ء

پس نوشت

یہ حضرات بغداد والے ان علاماؤں کی روش پر بحثوں میں پڑے وقت کی آفات سے ایسے غافل ہیں کہ ان کو پتہ ہی نہیں کہ تاتاری مسلمانوں اور ان کی حکومتوں کو برباد کرتے ہوئے بغداد کی طرف آ رہے ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ کوئی تدبیر آنے والی تباہی کے تدارک کے لیے کرتے، انہیں اپنی بحثوں سے فرصت نہ تھی۔ یہاں تک کہ سب صفایا ہو گیا۔ نہ علم باقی رہا نہ علم۔

یہ لوگ آیات و روایات کے تجزیے میں محو ہیں اور اس سے بالکل بے خبر کہ بالکل غیر متوقع طور پر کیا حالات پیدا ہو گئے ہیں جن میں جہاد کی نئی شکلوں کی ضرورت ہے۔ اشراقیوں کا اساسی علم تو حضرت عثمانؓ کے دور ہی کے معاشرے پر بڑی مشکل سے لاگو ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ کے دور میں تو شرائط جہاد کا معیاری اطلاق ممکن ہی نہیں رہتا۔

اور آج --- آج صورت یہ نہیں کہ ایک مرکزی اسلامی حکومت قائم ہو اور اس کے احکام یا اشاروں سے حملہ آوروں یا اسلام دشمن فاتحین کے خلاف کارروائی کیجیے۔ اور ایسا کوئی مرکز ہوتا بھی تو آج کے دور میں اندر ہی اندر اس کے معدے اور اس کی رگ جاں کو بک لگا کر دشمن قوتیں باندھ چکی ہوتیں۔ پھر مسلمان کیا کرتے؟ جب مغربی امپریلسٹ طاقتیں نو آبادیات سازی کے لیے مسلم اور ایشیائی و افریقی حکومتوں کا شکار کرنے نکلیں تو یہ مجنونانہ مسابقتی یورش ہر طرف سے جا بجا شروع ہو گئی۔ کون سی قوم کہاں ہجرت کر کے جاتی اور کون سی حکومت کس کی مدد کو پہنچتی؟ بیرونی حملہ جبر اور اچانک اس کا سامنا، اس میں جاسوسیوں، غداریوں اور ضمیروں کی خریداری کے ایسے ایسے عوامل کا ہونا کہ ایک حکومت سالم یا جزوی طور پر بچ نکلنے کی امیدیں ہوتیں اور عوام کے لیے کوئی منظم جدوجہد کرنے کی رہنمائی نہ ہونے کی صورت میں ان کی خوں ریزی اور سلب و نہب اور غلام سازی و بیگار کا ایک ایسا سلسلہ چلتا کہ کوئی راہ فرار نہ تھی۔ ان سے یہ کہنا کہ صبر کرو، گویا کسی جماعت نبوی کے پابند نظم لوگوں کا سابقہ کسی خلیفہ غیر راشد یا حاکم مطلق کے مظالم سے تھا۔

دین کی نئی تعبیریں کرنے والے نوجوانو! تم تو بدلتے ہوئے سوشل، حکومتی اور بین الاقوامی سسٹم اور اس میں تیزی سے ہونے والی تبدیلیوں کو سمجھتے اور معیاری جہاد نہ سہی، کسی کم تر درجے کے جہاد کے لیے اجتہاد کرتے۔ میں مثالیں دینے کا نہ وقت رکھتا ہوں نہ قوت۔ مگر میں توجہ دلاؤں گا کہ جو کام بغداد یا کوئی اور مقام نہ کر سکا، اسے مصر میں سلطان؟؟ نے آغاز کر کے عین موئے پر تاتاریوں کو ایسی شکست دی کہ وہ پھر دم دبا کر بھاگے اور پیچھے پلٹ کے نہ دیکھا۔ سارا خطہ اسلامی ظالموں سے بالکل پاک ہو گیا۔

میں کہتا ہوں کہ آپ اسے شبہ جہاد کہہ سکتے ہیں۔ اضطراری جہاد کہہ سکتے ہیں۔ مجددانہ جہاد کہہ سکتے ہیں۔ اس

کی نئی تعریفیں وضع کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر آپ کو یہ کام نہیں کرنا ہے بلکہ قرون اولیٰ کے معاشرے کو برقرار فرض کر کے سارے احکام کا اجرا اسی کے مطابق کرنا ہے تو پھر زیادہ بحثوں کی کیا ضرورت؟ کرتے رہیے۔ دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش نہ کیجیے۔ آپ کا سرچشمہ علم جب ایک خاص شخصیت ہے' ہر تان اسی پر توڑتے ہیں تو پھر آپ اسی کنویں میں گھومتے رہیے۔ مولانا زاہد الراشدی یا کسی اور کو کیا پڑی ہے کہ وہ اس نیک کام میں دخل دیں۔

ہماری مشترک دل چسپیوں کا کام تو یہ ہے کہ آج کی حکومت کے اندرونی اور بین الاقوامی اطراف سے ہونے والے مستبدانہ اقدامات کو روکنے کے لیے جو تدبیریں ایجاد ہوئی ہیں' ان کو کچھ ترمیم کر کے یا بلا ترمیم اختیار کیا جا سکتا ہے۔ مطلوب یہ ہے کہ ایسی مساعی فساد کی تعریف میں آنے سے بچیں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ جہاد کی کوئی قسم قرار پائیں۔

اب مثلاً کشمیر والے کیا کرتے؟ ان کو جبری سازشی طور پر بھارت سے منتھی کیا گیا۔ اس سازش میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن' نہرو' پٹیل' ریڈ کلف' مہاراجا کشمیر سب شامل ہوئے۔ اس پر سخت ردعمل ہوا۔ کشمیری بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ مذہبی اور قواعد تقسیم کے رشتے سے پاکستانی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ مرنے مارنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ فوجیں بھی متحرک ہونے والی تھیں۔ بھارت نے قرارداد استصواب پاس کرا کے جلتی آگ کو ٹھنڈا تو کر دیا لیکن متواتر ۵۳ سال تک اس کے نفاذ کو ٹالا گیا اور اسے ملیامیٹ کرنے کے لیے نت نئے معاہدات کیے گئے۔ کشمیری مقاومتی و مزاحمتی جہاد بڑھ گیا۔ آج جبکہ پاکستان سے جہادی تنظیمیں جا ملی ہیں' ان میں نظم ہے' ان کی امارت ہے' نوجوان سچے جذبے سے قربانیاں دے رہے ہیں' اس صورت حالات نے بھارت کو ہلا دیا ہے۔

ادھر ہمارے علما نوجوان یہ اشغلہ لے کے میدان میں آ گئے ہیں کہ یہ تو جہاد ہی نہیں۔ جہاد کے لیے تو فلاں فلاں شرائط ضروری ہیں۔ یعنی نوجوانوں کے دل بھی توڑ دو' بھارت کو بھی تسلی دلا دو کہ ہم تمہاری گردن چھڑوا دیتے ہیں اور امریکہ کی خوشنودی بھی ہو جائے کہ جہادی رجحانات کا مٹھ مارا گیا۔

میرا ایک اور استدلال ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں جو جان بچانے کے لیے مرے' جو مال کے لیے مرے' جو عزت کے لیے مرے' وہ شہید ہے۔ یعنی شخصی یا خاندانی سطح پر یہ ایک چھوٹا جہاد ہے۔ اس کے مطابق کسی مسلم قوم یا شہر یا آبادی کو بھی یہی حدیث اختیار دیتی ہے کہ وہ جانوں' مالوں' عزتوں' آزادی' حقوق' اور مظالم سے تحفظ کے لیے لڑیں اور قربان ہو کر شہید ہوں۔ یعنی یہ Standing فرمان رسول ہے۔ کسی نئے امیر کی اجازت کی ضرورت نہیں۔

راشدی صاحب! میں کیا بتاؤں کہ کیا طوفان میرے اندر ہیں' مگر مجھ میں نہ کام کرنے کی طاقت ہے' نہ معاونین کی ٹیم میرے پاس ہے (بلکہ ایک چپراسی بھی نہیں) گھنٹوں کے لیے بیماری دبا لیتی ہے۔ اس کے خلاف دواؤں اور دعاؤں

سے جہاد کرتا ہوں۔ ہوش آتی ہے تو کچھ چیزیں پڑھتا ہوں جن میں سے پڑھ کر کچھ پر ہنسی آتی ہے، کچھ پر رونا۔

ہزار رحمتیں مولانا مودودی کی تعلیم وتربیت پر جو نہ تو شریعت کے دائرہ نصوص واجماع سے نکلنے دیتی ہے، نہ نئی نئی صورتیں احوال کی نظر انداز کر کے کنویں کا مینڈک بنے دیتی ہے۔ بغاوت سے انہوں نے سختی سے طبائع کو روک دیا، لیکن حالات نے اگر اجتہادی طرز فکر سے کام لینے کا مطالبہ کیا تو تفردانہیں بلکہ ائمہ وعلما کے علوم واخبار کی روشنی میں نئی راہیں نکالیں اور نکال سکتے ہیں۔ یہی فرق ہے مولانا مودودیؒ اور مولانا اصلاحیؒ میں۔

نعیم صدیقی

۲ جولائی

فرانسیسی نومسلمہ لیلیٰ ریفی کے تاثرات

س۔ وہ کون سی دشواریاں ہیں جو اسلام کو سمجھنے میں آپ کو پیش آئیں؟

ج۔ سب سے بڑی دشواری اسلام اور مسلمانوں کے درمیان تضاد کا ہونا ہے اور یہی چیز اہل یورپ کی نظر میں اسلام کی خراب تصویر کا سبب بن رہی ہے۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے درمیان فرق نہیں کر پاتے ہیں۔ اس مسئلہ سے آگے بڑھنے پر جس چیز نے میری مدد کی، وہ یہ تھی کہ میں نے مسلمانوں کو سمجھنے سے پہلے اسلام کو سمجھا۔ مسلمانوں کے بارے میں مغربی میڈیا جو کچھ پھیلاتا ہے، وہ صحیح ہے۔ وہ صرف خراب پہلو کو ہی لیتا ہے اور مشکل یہ ہے کہ مسلمانوں کے خراب کردار کو اسلام سے جوڑ دیتا ہے اور دونوں کے درمیان ربط پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی اصلاح کے لیے بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت اسلام کی تعلیمات سے ناواقف بھی ہے۔ ان کو واقف کرانے کی ضرورت ہے۔

ثقافت اور دین کے درمیان خلیج سب سے بڑی مشکل ہے۔ یہاں یہی سب سے بڑی مشکل ہے۔ میں نے اسلام سے واقفیت کتابوں کے ذریعے حاصل کی، مسلمانوں کی عملی زندگی سے میں نے واقفیت حاصل نہیں کی اور میری رائے میں مثبت پہلو بس یہی ہے۔ جس وقت میں مسجد میں گئی، میرے سامنے وہ بہت سی باتیں آئیں جن کو مسلمان دین سمجھتے ہیں حالانکہ وہ دین سے متعلق نہیں۔

(تعمیر حیات، لکھنو)

ہمارا دینی تعلیمی نظام اور وقت کے تقاضے

تعلیم کی ثنویت

ہمارے ہاں تعلیم کو دو خانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک تعلیم ہے دینی' دوسری ہے دنیوی۔ تعلیم کی یہ ثنویت اصل میں انگریزوں کی برصغیر پر قبضے کے بعد کی پیداوار ہے جب انگریز سامراج نے مقامی تعلیم کو نظر انداز کر کے اپنی زبان' اپنے کلچر' اپنی تہذیب کے مطابق تعلیم ہمارے اوپر تھوپ دی اور مقامی تعلیم کی حوصلہ شکنی کی۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ مقامی لوگوں کو ان کی تہذیب' ثقافت اور کلچر سے بیگانہ کر کے ان کو ٹکے پیسے کا غلام اور نوکر بنایا جائے۔

انگریز کی سرکاری سرپرستی کے ساتھ ہندوستان کے لوگوں کے اوپر تھوپی گئی اس تعلیم کے مقابلے میں تعلیم کا وہ قدیم نظام تھا جو مقامی مدارس و مکاتب میں پڑھایا جاتا تھا جس کی سرپرستی خاص طور پر انگریز کے باغی' آزادی پسند ہندوستانی علماء حق کر رہے تھے جنہوں نے انگریز کی طرف سے شروع کی گئی جدید تعلیم کی سخت مزاحمت کی۔ یہ مخالفت کسی سطحی اور جذباتی خیال کے تحت نہ تھی' جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ انہوں نے انگریز دشمنی میں انگریزی تعلیم کی مخالفت کی۔ اصل میں وہ انگریزوں کے ایسے خطرناک وطن دشمن مقاصد کے پیش نظر کی گئی تھی جو انگریزوں نے اپنے نظام میں دانستہ طور پر شامل کیے تھے۔ چنانچہ لارڈ میکالے اور ان کی کمیٹی کی تعلیمی مقاصد اور اسکیم کی رپورٹ میں ہے کہ "ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق اور رائے اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو"۔

یا بقول مسز جان کیتھر' انگریزوں نے ہندستان میں جو تعلیم یافتہ تیار کیے' وہ معمولی ایجاد اور صنعت کی استعداد بھی نہیں رکھتے' سوائے اس کے کہ وہ دفتروں میں کلرکوں کی خدمات سر انجام دے سکیں۔ حالانکہ سوویت روس نے ایسے تعلیم یافتہ لوگ پیدا کیے جنہوں نے نہ صرف جرمنی جیسی ترقی یافتہ اور سائنس دان قوم کو شکست دی بلکہ ان کو اپنے ملک سے بھی باہر نکال دیا۔

اس صورت حال میں ایک طرف جدید تعلیم تھی جس کا مقصد سامراجی تھا تو دوسری طرف قدیم تعلیم تھی جو جدید

ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتی تھی۔ اس دور میں ہندستان کے اندر اس صورت حال پر بہت سی تحریکیں اٹھیں جن کے متعلق ہر پڑھا لکھا آدمی معلومات رکھتا ہے۔ بہت سے لوگوں کو جدید ضرورتوں کو پورا کرنے کی تلاش نے انگریزی تعلیم کے شکنجے میں پھنسایا تو بہت سوں کو قدیم ورثے کی حفاظت کے شوق اور رجعت پسندانہ ذہنیت نے ماضی کے پاتال میں گم کر دیا۔

اصل میں ضرورت اس بات کی تھی کہ اپنے تہذیبی، ثقافتی، علمی اور تاریخی ورثوں اور جدید دور کے تقاضوں کے امتزاج اور میلاپ سے ایک ایسا نیا تعلیمی نظام ترتیب دیا جاتا جو مقامی تہذیبی، علمی اور اخلاقی قدروں سے مالا مال ہوتا اور جدید تقاضوں کو بھی پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا اور تعلیم کی دینی اور دنیوی تقسیم کی بدعت سے پاک ہوتا۔ لیکن ایسی کوششیں بہت کم ہوئیں۔ جو کوششیں ہوئیں، وہ بھی زیادہ دیر تک نہ چل سکیں۔ ایسی کوششوں میں سے ایک کوشش یہ بھی تھی کہ مولانا حسین احمد مدنی کے آخری زمانے میں دار العلوم دیوبند کے نصاب پر نظر ثانی کے لیے ایک کمیٹی بنی جس نے نصاب میں ترامیم کیں اور قدیم عقلی علوم کو نکال کر انگریزی اور جدید علوم کو ان میں شامل کرنے کی سفارشات کیں، لیکن ان پر عمل نہیں کیا گیا۔

بہر حال ایسی کوششوں کی ناکامی کے نتیجے میں ایک طرف قدیم تعلیم کا نظام مدارس کی شکل میں جاری رہا تو دوسری طرف انگریزی تعلیم سرکاری سرپرستی میں جاری رہی جس نے مسلم سماج کو دین دار اور بے دین، مذہبی اور لامذہبی طبقات میں تقسیم کر دیا اور تعلیم کی دینی اور دنیوی تقسیم ہمارے سروں پر مسلط کر دی جس کے نقصانات کی تفصیل بڑی طویل ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو قدیم نظام کو مکمل دینی نظام کہا جا سکتا ہے اور نہ انگریزی تعلیم کو ترقی کے جدید تقاضوں کو پورا کرنے کی تعلیم کہا جا سکتا ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیم کی اس ثنویت کو ختم کیا جائے۔

عربی مدارس کا فرقہ وارانہ بنیادوں پر قیام

تعلیم کی ثنویت کے بعد دوسری سب سے بڑی اور بنیادی خرابی عربی مدارس کے فرقہ وارانہ بنیادوں پر قیام کی ہے۔ ہندوستان میں انگریزوں کی نوآبادیات سے پہلے یہاں کا سارا تعلیمی نظام غیر فرقہ وارانہ تھا بلکہ مذہبی فرقے تو بالکل نہیں تھے۔ یہ فرقے انگریزوں کی سازش کی پیداوار ہیں۔ لیکن اس مصیبت کی جڑیں تب سے مضبوط ہوئیں جب سے تعلیمی ادارے فرقہ وارانہ بنیادوں پر قائم ہونے لگے۔ بات یہاں تک آ پہنچی ہے کہ تعلیمی اداروں کو غیر فرقہ وارانہ بنیادوں پر قائم کرنا بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ مسلمانوں سے فرقہ واریت کو ختم کرنا عین ممکن تھا لیکن فرقہ وارانہ بنیادوں پر ہزاروں لاکھوں مدارس کا قیام اور نسل در نسل ایسے مدارس سے تیار ہو کر نکلنے والے فرقہ پرستوں کے

بعد اب صدیوں تک فرقہ واریت کو ختم کرنے کی کوئی بھی راہ نہیں بچی ہے۔ ہر ایک فرقہ کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ حق پر ہے اس لیے اس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ حق کی تبلیغ کے لیے مضبوط نیٹ ورک قائم کرے۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو جب حق پر چلنے والا ایک فرقہ' فرقہ وارانہ بنیادوں پر مدارس کے قیام کا جواز مہیا کرے گا تو اس کے مقابلے میں ۲، ۳، ۷ گروہ فرقہ وارانہ تعلیم کے ذریعے سے لاکھوں نوجوانوں کو گروہی چشمہ لگا دیں گے اور نہ جانے کتنے مسلمان ہمیشہ کے لیے سچائی سے محروم ہو جائیں گے۔ تجربہ بھی اس بات کا شاہد ہے کہ فرقہ وارانہ مدارس سے فارغ ایک بھی طالب علم حق اور سچائی کو اکتسابی طور پر سوچ سمجھ کر قبول نہیں کر سکتا۔ جبکہ اس کے برعکس جب تک کسی طالب علم کا ذہن فرقہ وارانہ تربیت نہیں پاتا' تب تک اس میں سچائی کو قبول کرنے کا مادہ زیادہ پایا جاتا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مدارس کا فرقہ وارانہ بنیادوں پر قیام ایک بہت بڑی تباہ کاری ہے۔

درس نظامی

درس نظامی کا تفصیلی جائزہ اس مختصر مضمون میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ تحقیق کے بعد ہم جو کچھ سمجھ سکے ہیں' اس کے مطابق حسب ذیل خامیاں سامنے آتی ہیں:

درس نظامی میں جو فنون پڑھائے جاتے ہیں' وہ شروع ہی سے فارسی اور عربی زبان میں پڑھائے جاتے ہیں جب کہ پڑھنے والے طالب علموں کی مادری زبان نہ عربی ہے نہ فارسی۔

پھر یہ مصیبت کہ درس نظامی میں شامل مختلف کتابیں اتنی مختصر اور مشکل عبارات میں لکھی گئی ہیں کہ ان کو سمجھنے کے لیے پھر شرحوں کی ضرورت محسوس کی گئی' حاشیے لگانے پڑ گئے اور پھر ان حاشیوں کے اوپر حاشیے چڑھائے گئے اور پھر وہ سب طالب علموں کے دماغوں میں بھی بٹھانا ضروری سمجھا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ طلبا اجنبی زبان کے اجنبی الفاظ' جملوں اور ان کی ترکیبوں میں ہی پھنسے رہ جاتے ہیں اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد بھی نہ عبارتیں حل کرنا سیکھ سکتے ہیں نہ ان علوم میں سے ہی کچھ حاصل کر پاتے ہیں جو درس نظامی میں پڑھائے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ درس نظامی میں شامل منطق وفلسفہ آج کے جدید منطق وفلسفہ کے زمانے میں فرسودہ ہو چکا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان علوم نے جتنی ترقی کی ہے' اس کو نظر میں رکھا جائے۔

آج کے دور میں جو جدید فقہی مسائل ہیں' مثلاً جدید معاشیات' بینکنگ سسٹم اور اس طرح کے دیگر مسائل' وہ بھی نصاب میں شامل نہیں ہیں۔ علم حدیث خود علم حدیث کے تقاضوں کے مطابق نہیں پڑھایا جاتا۔ اصول حدیث' اسماء رجال' تحقیق اور تنقید کی تعلیم کا بھی کوئی بندوبست نہیں ہے۔ علم تفسیر میں بھی نہایت غیر ذمہ دارانہ طریقہ استعمال

ہو رہا ہے، جس کی وجہ سے فارغ التحصیل اور دستار بند عالم دین ہونے کے باوجود کوئی بھی طالب علم اپنے اندر قرآن فہمی کی صلاحیت پیدا نہیں کر پاتا۔

اسی طرح درس نظامی کے فارغ التحصیل طلبا معاشرے کے اندر تعمیری، تخلیقی اور پیداواری عمل میں کوئی بھی حصہ نہیں لے رہے ہیں۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس صورت حال کا تجزیہ کر کے صحت مند راہ تلاش کرنے کی کوشش کی جائے۔

طریقہ تعلیم

مدارس میں تعلیم کا جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، اس میں طالب علم کے سامنے مخصوص کتاب رکھی جاتی ہے۔ شاگرد کتاب کی عبارتیں حل کرتا ہے، ضمیریں اور ان کے مراجع ڈھونڈھتا ہے یا پھر دوسری صرفی اور نحوی ترکیبیں اور قاعدے ڈھونڈھتا رہتا ہے۔ اس طرح ایک تو اصل موضوع سے توجہ ہٹ جاتی ہے اور دوسرا طالب علموں کو کتابوں کی عبارتیں حل کرنے کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جس موضوع سے متعارف کرانے کے لیے کتاب پڑھائی جاتی ہے، اس سے تو بالکل واقفیت نہیں ہوتی۔ جبکہ آج کل تعلیم کے بہت سے ایسے طریقے تجویز ہو چکے ہیں جن سے بہت بہتر نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

مدارس اور ان کے نصاب وطریقہ تعلیم کے حوالے سے ہم نے اوپر جو صورت حال بیان کی ہے، اس کی روشنی میں ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیم کو دینی اور دنیوی خانوں میں تقسیم کیے بغیر اس کو غیر فرقہ وارانہ بنیادوں پر دینے کا بندوبست کیا جائے۔ نیز علوم اصلیہ یعنی قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ جدید علوم کو بھی شامل کیا جائے اور تعلیم کے جدید طریقوں کو استعمال کر کے بہتر نتائج حاصل کرنے کے لیے قدم اٹھایا جائے۔

(سائنٹفک اسلامک ایجوکیشن انسٹی ٹیوٹ، حیدرآباد)

آزادی کشمیر کے لیے اعلان جہاد کی ایک تاریخی دستاویز

۱۹۴۷ء میں برصغیر کی تقسیم ہوئی اور پاکستان کے نام سے ایک الگ مسلم ریاست وجود میں آئی تو غالب مسلم اکثریت کے علاقے ریاست جموں وکشمیر کے ہندو مہاراجا ہری سنگھ نے کشمیری عوام کی خواہش کے علی الرغم بھارت کے ساتھ ریاست کے الحاق کا اعلان کر دیا جس کے خلاف کشمیری مسلمانوں نے علم بغاوت بلند کیا اور قبائلی مسلمانوں اور پاکستانی فوج کی مدد سے مسلح جنگ لڑ کر ہری سنگھ کی فوجوں سے جموں وکشمیر کا وہ خطہ آزاد کرایا جہاں آج آزاد ریاست جموں وکشمیر کے نام سے ایک الگ حکومت قائم ہے۔ اس موقع پر جسہ پیر منگ، راولاکوٹ، نیلابٹ اور دیگر مقامات پر علماء کرام اور مجاہدین کے اجتماعات ہوئے جن میں مہاراجہ ہری سنگھ کے خلاف مسلح بغاوت کا فیصلہ کرتے ہوئے جہاد کا فیصلہ کیا گیا۔ سب سے پہلے ۲۲ جولائی ۱۹۴۷ء کو جسہ پیر منگ میں حضرت مولانا محمد یوسف خان مدظلہ فاضل دیوبند، حضرت مولانا عبد العزیز تھوراڑوی فاضل دیوبند اور دیگر علماء کرام نے عوام سے قرآن کریم پر جہاد کا حلف لیا۔ اس کے بعد ۱۵۔ اگست کو راولاکوٹ اور ۲۳۔ اگست کو نیلابٹ میں بھی اسی قسم کے اجتماعات ہوئے جبکہ ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو موضع باسیاں (کوہالہ روڈ، مری) میں اجتماعی حلف کے ساتھ ساتھ باقاعدہ اعلان جہاد بھی تحریر کیا گیا جو کشمیر کے بزرگ عالم دین اور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے استاذ حضرت مولانا سید مظفر حسین ندوی مدظلہ نے تحریر فرمایا اور اس کی بنیاد پر سردار محمد عبد القیوم خان کی قیادت میں باقاعدہ فوجی دستہ جہاد کے لیے روانہ کیا گیا۔ یہ اعلان جہاد، ہمیں حضرت مولانا سید مظفر حسین ندوی مدظلہ کے چھوٹے بھائی اور ممتاز کشمیری مورخ ودانش ور جناب سید بشیر حسین جعفری نے مرحمت فرمایا ہے جو ان کے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے اور اس تاریخی دستاویز کی اشاعت کے ساتھ ہم آزاد کشمیر کے حالیہ انتخابات میں سردار محمد عبد القیوم خان کی قیادت میں فیصلہ کن کامیابی حاصل کرنے والی آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کو نئی حکومت بنانے پر مبارک باد پیش کرتے ہوئے آزادی کشمیر اور نفاذ اسلام کے لیے ان کے قائد کا حلف یاد دلا رہے ہیں۔ خدا کرے کہ مسلم کانفرنس کی نئی حکومت اس حلف کی صحیح طور پر پاس داری اور تکمیل کا عملی اہتمام کر سکے۔ آمین یارب العالمین (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج 30 ستمبر 1947ء کو باسیاں (کوہالہ روڈ، مری) کی مسجد میں نماز ظہر کے بعد ہم یہ عہد نامہ تحریر کرتے ہیں:

1۔ یہ کہ مہاراجا ریاست جموں وکشمیر ہری سنگھ نے ریاست میں مسلمانوں پر زندگی تنگ کر رکھی ہے ان کو شہید کیا جا رہا ہے ان کے بال بچے خواتین اور مال ومتاع خطرے میں ہیں مسلمانوں کے گاؤں جلائے جا رہے ہیں اور یہ سب اس لیے ہو رہا ہے کہ ریاست کے مسلمانوں نے مہاراجا سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس ریاست کا پاکستان سے الحاق کرے جو ایک نیا اسلامی ملک بنا ہے۔

2۔ یہ کہ ریاست کے پاکستان کو نکلنے والے راستے بند کر دیے گئے ہیں۔ کوہالہ کے پل پر فوج کا پہرہ ہے اور دریائے جہلم پر جتنی اور جہاں کشتیاں تھیں ان کو کاٹ کر بہا دیا گیا ہے تا کہ ریاست کے مسلمان پاکستان کی طرف ہجرت کر سکیں نہ ہی پاکستان کے مسلمان ہماری مدد کو ریاست میں داخل ہو سکیں۔ مہاراجا کشمیر نے اپنی ساری فوج پونچھ میر پور مظفر آباد میں لگا رکھی ہے اور مشرقی پنجاب کی سکھ ریاستوں اور آر ایس ایس کی عسکری مدد بھی حاصل کی ہے تا کہ وسیع پیمانے پر مسلمانوں کا قتل عام کیا جائے تا کہ ریاست ہندو اکثریت میں بدل جائے۔

3۔ یہ کہ ان حالات میں ہم کشمیر کے اور پاکستان کے مسلمانوں پر یہ فرض ہو گیا ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کی روشنی میں کافر مہاراجا کشمیر کی فوجوں کے خلاف جہاد کا آغاز کریں اپنی جانوں مال ومتاع اپنی اولاد اور اپنی عزت وآبرو اور دین کو بچانے کے لیے میدان جنگ میں نکلیں۔ یہ پہلا مجاہدین کا دستہ جس کی تعداد اکتالیس ہے جو سردار محمد عبد القیوم کی قیادت میں ہیں جن کو امیر المجاہدین پیر سید علی اصغر شاہ گیلانی کی برابر دینی راہنمائی حاصل ہے اور وہ اس جہاد میں سردار محمد عبد القیوم خان کے سیکنڈ ان کمانڈ بھی ہیں ہم سب مولانا سید مظفر حسین ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے سامنے یہ عہد نامہ لکھتے ہیں کہ ان سے جہاد کی رسمی اجازت لیتے ہوئے اپنے آپ سے اور سب کے سامنے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے حکم سے جہاد کے لیے آج نکلے ہیں۔ ہم صرف اپنے خلاف لڑنے والوں کا قتال کریں گے عورتوں بچوں بوڑھوں بیماروں پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ اس وقت تک لڑیں گے جب تک کہ ریاست پاکستان کا حصہ نہیں بن جاتی۔ آزاد کردہ حصوں میں اسلامی حکومت قائم کریں گے۔ اسلامی نظام عدل اور نظام معیشت نافذ کریں گے۔ بیت المال کا نظام قائم کریں گے۔ اپنے امیر (کمانڈر) کا حکم تسلیم کریں گے۔ کسی جانی اور مالی قربانی کے پیش کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ اللہ ہمارا حامی وناصر ہو۔ آمین

دستخط سردار محمد عبد القیوم خان	دستخط پیر سید علی اصغر شاہ	دستخط مولانا سید مظفر حسین ندوی
(بعد میں کمانڈر باغ فورسز۔ دو بریگیڈ)		
دستخط محمد سلیم خان	دستخط محمد سعید خان	دستخط محمد صدیق خان
(بعد میں میجر۔ بٹالین کمانڈر)	(بعد میں میجر۔ بٹالین کمانڈر)	(بعد میں لفٹننٹ کرنل۔ بٹالین کمانڈر)

ایڈیٹر کے نام

علماء کرام اور دینی قائدین کی توجہ کے لیے

محترم جناب ابو عمار زاہد الراشدی صاحب (جنرل سیکرٹری پاکستان شریعت کونسل)

السلام علیکم!

امید ہے آپ مع رفقائے کار بخیریت ہوں گے۔ میں کافی عرصہ سے روزنامہ اوصاف میں آپ کے کالم بعنوان ''نوائے قلم'' کا قاری ہوں۔ یہ ایک جاندار اور موقر کالم ہے جس میں حالات حاضرہ اور دینی مسائل پر معلومات ہوتی ہیں۔ میں اس کو کافی پسند کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ ''الہلال'' میں بھی آپ کا کالم ہوتا ہے۔ الغرض جہاں آپ ایک عالم فاضل ہیں، وہاں موجودہ دور کے مسائل پر بھی آپ کی نظر ہوتی ہے۔ آپ کے کالم مدلل اور تاریخی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں۔ آپ کا طرز اسلوب استدلال کا حامل ہوتا ہے۔

پچھلے ایک دو کالموں میں مجھے اس ملک کی حالت اور مستقبل کافی خطرناک نظر آ رہا ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ موجودہ حکومت ایسے کام کر رہی ہے جو خطرناک نوعیت کے ہیں۔

ایک تو ٹیکسٹ بک بورڈز کا مسئلہ ہے۔ یہ بورڈز غیر ملکیوں کے حوالے کرنے کا پروگرام ہے تاکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق کتابیں چھاپ سکیں اور قیمتوں میں اضافہ کر کے غریبوں پر تعلیم کے دروازے بند کر دیں۔ غریب لوگ اور تنخواہ دار کس طرح کتابوں کی بھاری قیمت برداشت کر سکیں گے؟ صرف امیر اور جاگیر دار لوگ ہی کتابوں کی قیمتیں برداشت کر سکیں گے اور تعلیم صرف ان کے بچوں کے لیے مخصوص ہو جائے گی تاکہ ان کے بچے مخصوص نصاب پڑھ کر ملکی وسائل پر قابض ہو کر ہمارے اوپر حکومت کرنے کے قابل بن جائیں اور پھر یہ ملٹی نیشنل کمپنیاں ہر ہر چیز پر قابض ہو جائیں کیونکہ میرے خیال میں نصاب بھی ان کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے تیار کیا جائے گا۔

اسی طرح ایک اور خطرہ کارپوریٹ فارمنگ کا ہے۔ زمین کے مالک باہر کے درآمد شدہ لوگوں کو بنانے کا منصوبہ ہے تاکہ جو فصلیں اور خوراک حاصل ہو وہ اپنی مرضی کے مطابق دوسروں کو اپنی من پسند قیمتوں پر فروخت کریں۔ ان کی قیمتیں اتنی زیادہ ہوں گی کہ اس ملک کا عام آدمی ادا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکے گا۔

اس خطرے کی طرف اشارہ پچھلے دنوں ''مشرق'' اخبار کے کالم میں جنرل حمید گل نے کر دیا ہے۔ اگر ایسا ہو

جاتا ہے تو پھر یہ سارا ملک دوسروں کے پاس گروی رکھ دیا جائے گا۔

مولانا صاحب! یہ ملک کیا ہم نے دوسروں کا پیٹ بھرنے اور ان کو مالا مال کرنے کے لیے بنایا تھا؟ غیروں کے منصوبے ہمارے ملک میں نافذ کیے جائیں گے؟ مشرکوں اور یہودیوں کو خوش کرنے کے لیے ہم اور ہماری اولادیں تکلیف بھری زندگیاں گزاریں گے؟ مجھے بڑی تشویش ہے کہ آخر ہماری نسلوں کا کیا ہوگا؟ عام شخص کی زندگی بڑی تکلیف دہ ہو رہی ہے۔ موجودہ حکومت تو مکمل طور پر غیروں کے احکام کی منتظر رہتی ہے۔

میں سوچتا ہوں کہ یہ ملک صرف امیروں اور حکمرانوں کے لیے بنایا گیا ہے۔ ان کی جو مرضی آئے، خوشی سے کریں۔ کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اس ملک کے وسائل پر ان کا قبضہ ہے۔ سارے وسائل اور سہولیات اس ملک کے بڑے بڑے افسروں اور ان کے اہل خانہ کے لیے وقف ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس غریب عوام کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ علاج، مکان، تعلیم سے محروم کی جا رہی ہے۔

میرا لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ سوچیں اور دوسرے علما کو اکٹھا کریں کہ وہ ذاتی سوچ سے نکل کر مجموعی طور پر اس ملک کے لیے سوچیں اور فکر کریں کہ عوام کش منصوبے بنا کر ملک کو تباہ کر رہے ہیں۔ جمہوریت اور الیکشن ہمارے مسائل کا حل نہیں ہے۔ اب تک اس سے کوئی فائدہ اور خیر برآمد نہیں ہوا بلکہ اس سے مزید نقصان پہنچا ہے۔ ساری دینی جماعتوں کو اکٹھا اور متحد کریں۔ ذاتی انا اور فائدہ کو نہ دیکھیں۔ اگر یہ جماعتیں اکٹھی اور ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئیں تو امید واثق ہے کہ ملک بچ جائے گا اور عوام خوش حال ہو جائے گی۔

لادینی اور سیکولر قوتوں کو آگے نہ کریں بلکہ اسلام ہی ہمارے لیے امن وچین کا ضامن ہے جبکہ حکمران طبقہ اس بات سے ناآشنا ہے۔ اس کو اسلام سے آگہی نہیں ہے۔ ان کو پتہ ہی نہیں ہے کہ اسلام کیا چیز ہے۔ بہرحال آپ علماء لوگ اس ملک کی باگ ڈور جلد ہی سنبھال لیں، قبل اس کے کہ ملٹی نیشنل کمپنیاں اس ملک پر مکمل طور پر قابض ہو جائیں۔

میں نے اپنا تعارف تو کرایا ہی نہیں۔ میں علما کا قدر دان ہوں اور ہر اہل علم وفضل کا شیدائی ہوں۔ میں خود ایم اے کرنے کے بعد ایک ہائی اسکول میں بطور معلم کام کرتا ہوں۔ کچھ عرصہ قبل میری نظروں سے ماہنامہ ''الشریعۃ'' گزرا۔ اگر یہ اب شائع ہوتا ہے تو مجھے بھیج دیں تاکہ مزید آپ سے رابطہ استوار ہو۔

میں کوئی باقاعدہ ادیب یا لکھاری نہیں ہوں۔ میرے دل میں کچھ باتیں تھیں جو میں نے لکھ دی ہیں۔ اس میں کوئی ربط نہیں ہوگا تو معاف فرمائیں۔ مزید آپ کا وقت نہیں لینا چاہتا۔

والسلام۔ آپ کا مخلص

طارق محمود اعوان (ایم۔ اے) ٹانک

جرس کارواں

مری میں نفاذ شریعت کنونشن کا انعقاد

پاکستان شریعت کونسل کی مرکزی مجلس شوریٰ کے فیصلے

پاکستان شریعت کونسل نے ملک میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کو تیز کرنے، سودی نظام کے خاتمہ، بڑھتی ہوئی عریانی وفحاشی کی روک تھام، این جی اوز کی اسلام دشمن سرگرمیوں کے تعاقب، دستور کی اسلامی دفعات کے تحفظ، افغانستان کی طالبان حکومت کی حمایت، مجاہدین کشمیر کی پشت پناہی اور خلیج عرب سے امریکی افواج کی واپسی کے لیے مشترکہ جدوجہد کی راہ ہموار کرنے کی غرض سے ملک کے تمام مکاتب فکر کی دینی جماعتوں سے رابطے قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور ۹ ستمبر اتوار کو لاہور میں ''قومی دینی کنونشن'' طلب کر لیا ہے جس میں مشترکہ جدوجہد کی عملی تجاویز کا جائزہ لیا جائے گا اور مختلف مکاتب فکر کی جماعتوں کے راہنما خطاب کریں گے۔ یہ فیصلہ پاکستان شریعت کونسل کے زیر اہتمام دوروزہ ''نفاذ شریعت کنونشن'' میں کیا گیا جو ۲۱، ۲۲ جولائی ۲۰۰۱ء کو جامع مسجد مدنی، لنگر کسی، بھوربن، مری میں کونسل کے سربراہ مولانا فداء الرحمٰن درخواستی کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ کنونشن کی مختلف نشستوں میں مندرجہ ذیل حضرات نے شرکت کی:

مولانا قاضی عبد اللطیف (کلاچی)، مولانا زاہد الراشدی (گوجرانوالہ)، مولانا مطیع الرحمٰن درخواستی (خانپور)، مولانا سیف الرحمٰن درخواستی (روجھان)، مولانا عبد الرشید انصاری (کراچی)، مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن ارائیں (حیدر آباد)، احمد یعقوب چودھری (راولپنڈی)، قاری محمد اکرم مدنی (سرگودھا)، مولانا معین الدین وٹو (منچن آباد)، طاہر وٹو (عارف والا)، پروفیسر حافظ منیر احمد (وزیر آباد)، پروفیسر ڈاکٹر حافظ احمد خان (اسلام آباد)، مولانا قاری محمد یوسف (ڈیرہ اسماعیل خان)، قاری جمیل الرحمٰن اختر (لاہور)، حافظ ذکاء الرحمٰن اختر (لاہور)، مخدوم منظور احمد تونسوی (لاہور)، مولانا عبد الرؤف فاروقی (لاہور)، مولانا میاں عصمت شاہ کاکا خیل (پشاور)، مولانا عبد العزیز محمدی (ڈیرہ اسماعیل خان)، مولانا محمد رمضان ثاقب (ڈیرہ اسماعیل خان)، مولانا محمد نواز بلوچ

(گوجرانوالہ)' مولانا صلاح الدین فاروقی (ٹیکسلا)' حاجی جاوید ابراہیم پراچہ (کوہاٹ)' مولانا بشیر احمد شاد (چشتیاں)' مولانا حافظ مہر محمد (میانوالی)' مولانا حامد علی رحمانی (حسن ابدال)' مولانا محمد ادریس ڈیروی (اسلام آباد)' مولانا سخی داد خوستی (ژوب)' مولانا قاری محمد نذیر فاروقی (اسلام آباد)' مولانا حافظ محمد فیاض عباسی (مری)' مولانا قاری سیف اللہ سیفی (مری)' راجہ محمد یونس طاہر ایڈووکیٹ (ڈہرکوٹ)' مولانا محمد شعیب (ہری پور) اور مولانا قاری محمد زرین عباسی (مری)

جبکہ کنونشن کی آخری عمومی نشست میں علاقہ کے سینکڑوں مسلمانوں اور علماء کرام نے بھی شرکت کی۔

کنونشن میں ملک کی عمومی دینی صورت حال کا جائزہ لیا گیا اور مختلف مقررین نے اس امر پر شدید تشویش اور اضطراب کا اظہار کیا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کو بتدریج اس کے اسلامی تشخص سے محروم کر کے ایک سیکولر ریاست بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اس کے لیے غیر ملکی سرمایہ سے چلنے والی این جی اوز سب سے زیادہ سرگرم کردار ادا کر رہی ہیں اور انہیں ان سرگرمیوں میں ریاستی اداروں کی مکمل سرپرستی اور تعاون حاصل ہے۔ کنونشن میں ایک قرارداد کے ذریعے سے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ این جی اوز کی سرگرمیوں' حسابات اور ان کے بارے میں عوامی شکایات کا جائزہ لینے کے لیے سپریم کورٹ کے جج کی سربراہی میں عدالتی کمیشن قائم کیا جائے اور پبلک انکوائری کے ذریعے سے ایسی این جی اوز کو بے نقاب کیا جائے جو ملک کے اسلامی تشخص' قومی خودمختاری اور دینی اقدار کے خلاف کام کر رہی ہیں اور ملک میں صحیح کام کرنے والی این جی اوز کے لیے بھی بدنامی کا باعث بن رہی ہیں۔

کنونشن میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کی طرف سے پاکستان کی قومی تجارت پر بتدریج کنٹرول حاصل کرنے کے اقدامات اور بڑے زرعی فارموں کے نام سے زمینوں کی خریداری کی اطلاعات پر سخت تشویش کا اظہار کیا گیا اور مختلف مقررین نے کہا کہ اس طرح ملک کی تجارت اور زراعت کو ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ذریعے سے بین الاقوامی کنٹرول میں دیا جا رہا ہے اور ملک کو مکمل غلامی کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ کنونشن میں ایک قرارداد کے ذریعے سے ملک کی تمام دینی وسیاسی جماعتوں اور محب وطن حلقوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ اس صورت حال کا سنجیدگی سے نوٹس لیں اور غلامی کے اس نئے پروگرام کو روکنے کے لیے مزاحمت کریں۔

نفاذ شریعت کنونشن میں اس صورت حال کو انتہائی افسوس ناک قرار دیا گیا کہ ملک میں دستور مکمل طور پر معطل ہے عدالت عظمیٰ کے جج صاحبان نے چیف ایگزیکٹو کی شخصی وفاداری کا حلف اٹھا کر ملک میں شخصی حکومت کی بنیاد رکھ دی ہے۔ دستور میں ہر قسم کی ترمیم کا اختیار فرد واحد کو دے دیا گیا ہے اور سرکاری کیمپ میں موجود این جی اوز دستور کو مکمل طور پر سیکولر حیثیت دینے کی تیاریاں کر رہی ہیں جس سے نہ صرف وفاق پاکستان کو شدید خطرات لاحق ہو گئے

ہیں بلکہ پاکستان کی اسلامی نظریاتی حیثیت اور اب تک کیے جانے والے نفاذ اسلام کے اقدامات بھی خطرے میں پڑ گئے ہیں۔ کنونشن میں مقررین نے کہا کہ قادیانی گروہ اور بین الاقوامی سیکولر لابیاں ایک عرصہ سے اس کوشش میں ہیں کہ دستور پاکستان میں موجود نفاذ اسلام کی ضمانت، قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی شقیں اور تحفظ ناموس رسالت کا قانون ختم کیا جائے اور موجودہ صورت حال کو اپنے حق میں موڑنے کے لیے وہ پوری طرح مستعد اور متحرک ہیں جبکہ دوسری طرف ملک کے دینی حلقے اور خاص طور پر تحفظ ختم نبوت کے لیے کام کرنے والی جماعتیں اس صورت حال سے لاتعلق اور غیر متحرک نظر آ رہی ہیں جو یقیناً ایک المیہ سے کم نہیں ہے۔ کنونشن میں طے کیا گیا کہ اس صورت حال کی طرف دینی جماعتوں کو توجہ دلانے کے لیے رابطے کیے جائیں گے۔

کنونشن کے مقررین نے سودی نظام کے خاتمہ میں مزید ایک سال کی توسیع کو بھی افسوس ناک قرار دیا اور دینی جماعتوں پر زور دیا ہے کہ وہ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں اور رائے عامہ کو منظم کرنے کے لیے عملی جدوجہد کریں۔

کنونشن میں "جہاد کشمیر" کے بارے میں بعض دینی حلقوں کی طرف سے پھیلائے جانے والے شکوک وشبہات کو مسترد کرتے ہوئے مجاہدین کشمیر کے ساتھ مکمل یک جہتی کا اظہار کیا گیا اور ایک قرارداد کے ذریعے سے اس امر کا اعلان کیا گیا کہ مسئلہ کشمیر کے بارے میں پاکستان شریعت کونسل کا موقف وہی ہے جو کشمیری عوام کا ہے کہ انہیں اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق اپنے مستقبل کا فیصلہ آزادانہ استصواب رائے کے ذریعے سے خود کرنے کا حق دیا جائے اور اپنے اس جائز اور مسلمہ حق کے حصول کے لیے کشمیری عوام کی جدوجہد شرعی جہاد کی حیثیت رکھتی ہے جس کی حمایت پاکستان کے دینی حلقوں اور عوام کی ذمہ داری ہے۔

کنونشن میں ایک قرارداد کے ذریعے سے سنی شیعہ کشیدگی کے اسباب وعوامل کی نشان دہی کے لیے اعلیٰ سطحی عدالتی کمیشن مقرر کرنے اور مولانا محمد اعظم طارق سمیت تمام گرفتار شدہ راہ نماؤں اور کارکنوں کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا۔

کنونشن میں طے پایا کہ مولانا فداء الرحمن درخواستی، مولانا قاضی عبد اللطیف اور مولانا زاہد الراشدی پر مشتمل وفد دینی جماعتوں کے راہ نماؤں سے ملاقاتیں کرے گا اور ۹ ستمبر کے "قومی دینی کنونشن" سے قبل ۵ ستمبر کو راولپنڈی، ۶ ستمبر کو فیصل آباد، ۷ ستمبر کو چنیوٹ اور ۸ ستمبر کو گوجرانوالہ میں علاقائی دینی کنونشن منعقد ہوں گے۔ ان شاء اللہ العزیز

مولانا سمیع الحق سے ملاقات

پاکستان شریعت کونسل کے امیر مولانا فداء الرحمن درخواستی اور سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی نے گزشتہ روز

اکوڑہ خٹک میں جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق اور مرکزی نائب امیر مولانا قاضی عبد اللطیف سے ملاقات کی اور ان سے ملک کی عمومی صورت حال پر تبادلہ خیالات کیا۔ اس موقع پر مولانا سیف الرحمٰن ارائیں، مولانا سید محمد یوسف شاہ اور مولانا عبد الخالق آف اسلام آباد بھی موجود تھے۔ دونوں جماعتوں کے راہنماؤں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ مشترکہ دینی وقومی مقاصد کے لیے دینی جماعتوں کو مشترکہ جدوجہد کرنی چاہئے اور دینی جماعتوں کو مشترکہ جدوجہد کے لیے تیار کرنے کی غرض سے دونوں جماعتوں کے راہنما مشترکہ طور پر محنت کریں گے۔

اس موقع پر پاکستان شریعت کونسل کے راہنماؤں نے چھ دینی جماعتوں کی ''متحدہ مجلس عمل'' کے قیام کو سراہتے ہوئے اس پر مولانا سمیع الحق کو مبارک باد پیش کی اور اسے وقت کی اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ پاکستان شریعت کونسل کے سربراہ مولانا فداء الرحمٰن درخواستی نے مولانا سمیع الحق کو ۹ ستمبر کو لاہور میں منعقد ہونے والے ''قومی دینی کنونشن'' میں شمولیت کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی۔

احمد یعقوب چودھری مرکزی پریس سیکرٹری ہوں گے

پاکستان شریعت کونسل کے امیر مولانا فداء الرحمٰن درخواستی نے راولپنڈی کے جناب احمد یعقوب چودھری کو پاکستان شریعت کونسل کا مرکزی پریس سیکرٹری مقرر کیا ہے جبکہ خان پور کے مولانا حاجی مطیع الرحمٰن درخواستی کو پاکستان شریعت کونسل صوبہ پنجاب کا نائب امیر اول اور دھیر کوٹ آزاد کشمیر کے راجہ محمد یونس طاہر ایڈووکیٹ کو مرکزی مجلس شوریٰ کا رکن مقرر کیا ہے۔ دریں اثنا مولانا فداء الرحمٰن درخواستی نے کہا ہے کہ پاکستان شریعت کونسل ملک میں نفاذ شریعت کے لیے راہ ہموار کرنے کی جدوجہد کر رہی ہے جو اقتدار اور الیکشن کی سیاست سے الگ تھلگ رہتے ہوئے علمی وفکری بنیاد پر مصروف کار ہے اور کسی بھی دینی یا سیاسی جماعت کا رکن اپنی جماعت کا رکن ہوتے ہوئے نفاذ شریعت کی علمی وفکری محنت کے لیے پاکستان شریعت کونسل میں شامل ہو سکتا ہے۔

''احکام القرآن'' ۔ ''احکام الاسلام''

دارالعلوم عربیہ ایبٹ آباد کے بانی حضرت مولانا محمد ایوب ہاشمی فاضل دیوبند رحمہ اللہ تعالیٰ ہزارہ کے بزرگ علما میں سے تھے جنہوں نے ایک عرصہ تک اس خطے میں دینی علوم کی ترویج واشاعت اور عوام کے عقائد واعمال اور اخلاق وعادات کی اصلاح کے لیے مخلصانہ جدوجہد کی ہے اور تقریر وتدریس کے علاوہ تحریر کے میدان میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔

مختلف موضوعات پر ان کی نصف درجن سے زائد معلوماتی اور اصلاحی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں سے دو اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ ایک ''احکام القرآن'' کے نام سے ہے جس میں قرآن کریم کے مختلف مضامین کی آسان زبان میں وضاحت کے ساتھ ساتھ کتاب اللہ کے بارے میں بہت سی مفید معلومات یکجا کر دی گئی ہیں۔ ۱۹۰ صفحات کی اس مجلد کتاب پر قیمت درج نہیں ہے۔

دوسری کتاب ''احکام الاسلام'' ہے جس میں روزمرہ پیش آنے والے دینی مسائل' ایمانیات' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اور وراثت وغیرہ سے متعلق اسلامی احکام عام فہم انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس مجلد کتاب کے صفحات ۱۵۸ ہیں۔

یہ دونوں کتابیں درج ذیل ایڈریس سے طلب کی جا سکتی ہیں:

مولانا قاری عتیق الرحمن ہاشمی' دارالعلوم عربیہ سراج العلوم' مدنی مسجد' مری روڈ' ڈھوڑ' ایبٹ آباد

قبر۔ ایک شدید غلط فہمی کا ازالہ

جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر کے دارالافتا کے سربراہ مولانا مفتی محمد اسماعیل طورو نے عذاب قبر کے بارے میں ایک فتویٰ جاری کیا کہ عذاب قبر کا منکر مسلمان نہیں ہے جو مختلف دینی وعلمی حلقوں میں موضوع بحث بن گیا اور اس پر ملک کے متعدد اداروں اور شخصیات کی طرف سے اظہار خیال کیا گیا۔ مفتی صاحب نے اس ساری بحث کو یکجا کر کے اہل سنت کے اس موقف کی وضاحت کی ہے کہ مطلقاً عذاب قبر کا انکار کفر ہے اور نفس عذاب قبر کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی کیفیات اور تعبیرات میں اختلاف کے مختلف مدارج ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ اہل سنت کی اجماعی تعبیر

شرع سے ہٹ کر عذاب قبر کی الگ تعبیر کرنا گمراہی ہے۔

۱۱۶ صفحات کے اس کتابچہ پر قیمت درج نہیں اور اسے جامعہ اسلامیہ، کشمیر روڈ، راولپنڈی صدر سے طلب کیا جا سکتا ہے۔

ماہنامہ آب حیات لاہور

مولانا محمود الرشید حدوٹی کا تعلق جامعہ اشرفیہ لاہور سے ہے اور دینی حلقوں میں ایک معروف صاحب قلم کے طور پر متعارف ہیں۔ مختلف اخبارات وجرائد میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں جو ان کے مخصوص تحقیقی ذوق کے آئینہ دار ہیں۔ اب انہوں نے ماہنامہ ''آب حیات'' کے نام سے ایک ماہوار جریدہ کا آغاز کیا ہے جو دینی صحافت میں ایک اچھا اضافہ ہے۔ اس وقت جولائی ۲۰۰۱ء کا شمارہ ہمارے سامنے ہے جو معلوماتی اور تجزیاتی مضامین پر مشتمل ہے۔

۴۸ صفحات کے اس رسالہ کی قیمت ۱۰ روپے جبکہ سالانہ زر خریداری ۱۰۰ روپے ہے۔ خط وکتابت کا پتہ یہ ہے:

مولانا محمود الرشید حدوٹی، جامعہ اشرفیہ، مسلم ٹاؤن، فیروز پور روڈ، لاہور

سہ ماہی ''ایقاظ'' لاہور

لاہور سے شائع ہونے والے نئے سہ ماہی مجلہ ''ایقاظ'' کی پہلی جلد کے تین شمارے ۲، ۳، ۴ اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ یہ مجلہ جناب حامد محمود کی زیر ادارت شائع ہو رہا ہے اور اس کے مضامین کا زیادہ حصہ مجلہ کے نام کی مناسبت سے فکری وعلمی موضوعات پر بیداری کے رجحانات کا آئینہ دار ہے۔ عالم اسلام میں دینی بیداری کا فروغ، استعماری غلبہ سے نجات، استعمار کے آلہ کار حکمران طبقوں سے گلو خلاصی اور عصر حاضر کی ضروریات کے مطابق اسلامی عقائد کی تعبیر وتشریح ہر اس فکری وعلمی حلقہ کے بنیادی موضوعات ہیں جو اس میدان میں مصروف کار ہے اور ''ایقاظ'' کا فکری وعلمی دائرۂ کار بھی ان شماروں سے یہی محسوس ہو رہا ہے جس پر عرب ممالک کی اس سلفی تحریک کی چھاپ نمایاں نظر آ رہی ہے جو مختلف ممالک میں مذکورہ بالا مقاصد کے لیے اپنے مخصوص ذوق کے تحت کام کر رہی ہے۔

عقائد کی تعبیر وتشریح میں نقطہ نظر کا اختلاف ایک طبعی امر ہے اور اگر اسے باہمی برداشت اور احترام کے ماحول میں ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ بازی سے گریز کرتے ہوئے آگے بڑھایا جائے تو نظریات وافکار کا یہ تنوع امت کے لیے باعث رحمت بھی ہے۔ اس لیے ہم اس توقع کے ساتھ دینی صحافت میں اس نئے فکری جریدہ کا خیر مقدم کرتے ہیں کہ یہ جریدہ مذکورہ بالا موضوعات وعنوانات کے حوالے سے بحث ومباحثہ کو علمی انداز میں مثبت طور پر

آگے بڑھانے کا ذریعہ بنے گا۔

۸۰ کے لگ بھگ صفحات پر مشتمل اس جریدہ کی قیمت ۲۰ روپے اور سالانہ زر خریداری ۸۰ روپے ہے اور رابطہ کے لیے پوسٹ بکس 1711 لاہور کے پتہ پر خط وکتابت کی جا سکتی ہے۔

غیر مقلدین کے متضاد فتوے

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مقلدین پر غیر مقلدین کی طرف سے اکثر اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان کے مسائل اور فتووں میں تضاد ہے حالانکہ مسائل واحکام میں فقہی اختلاف ایک طبعی اور فطری امر ہے۔ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے استاذ حدیث مولانا عبد القدوس قارن نے اس کتابچہ میں غیر مقلد علما کے مسائل اور فتاویٰ کے باہمی تضاد کو بے نقاب کیا ہے اور باحوالہ نشان دہی کی ہے کہ مقلدین پر اختلافات کا الزام لگانے والوں کے باہمی اختلافات کی کیا حالت ہے۔

صفحات: ۱۰۰۔ قیمت: ۲۷ روپے۔ ملنے کا پتہ: عمر اکادمی' نزد گھنٹہ گھر' گوجرانوالہ

فری میسنری۔ اسلام دشمن خفیہ یہودی تنظیم

معروف دانش ور جناب بشیر احمد نے' جن کی تصانیف: ۱۔ بہائیت' ۲۔ احمدیہ موومنٹ' اور ۳۔ قادیان سے اسرائیل تک شائع ہو کر اہل علم سے داد تحقیق وصول کر چکی ہیں' فری میسنری تحریک اور اس کی سرگرمیوں پر قلم اٹھایا ہے اور ساڑھے تین سو صفحات کے لگ بھگ صفحات پر مشتمل زیر نظر کتاب میں فری میسنری کے آغاز' طریق کار' مختلف ممالک میں اس کی سرگرمیوں اور خاص طور پر خلافت عثمانیہ کے خاتمہ اور اسرائیل کے قیام میں اس کے کردار کو بے نقاب کیا ہے۔

اس کتاب کی قیمت دو سو روپے ہے اور اسلامک اسٹڈی فورم پوسٹ بکس 639 راول پنڈی سے طلب کی جا سکتی ہے۔

اسٹیٹ بنک آف پاکستان کو قائداعظمؒ کی ہدایت

۱۵ جولائی ۱۹۴۸ء کو کراچی میں اسٹیٹ بنک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اپنے خطاب میں فرمایا:

''میں اشتیاق اور دلچسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ آپ کی ''مجلس تحقیق'' بنکاری کے ایسے طریقے کیونکر وضع کرتی ہے جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں۔

مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لیے لاینحل مسائل پیدا کر دیے ہیں اور اکثر لوگوں کی یہ رائے ہے کہ مغرب کو اس تباہی سے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے۔ مغربی نظام افرادِ انسانی کے مابین انصاف کرنے اور بین الاقوامی میدان میں آویزش اور چپقلش دور کرنے میں ناکام رہا ہے بلکہ گزشتہ نصف صدی میں ہونے والی دو عظیم جنگوں کی ذمہ داری سراسر مغرب پر عائد ہوتی ہے۔ مغربی دنیا صنعتی قابلیت اور مشینوں کی دولت کے زبردست فوائد رکھنے کے باوجود انسانی تاریخ کے بدترین باطنی بحران میں مبتلا ہے۔

اگر ہم نے مغرب کا معاشی نظریہ اور نظام اختیار کیا تو عوام کی پرسکون خوش حالی حاصل کرنے کے اپنے نصب العین میں ہمیں کوئی مدد نہیں ملے گی۔ اپنی تقدیر ہمیں منفرد انداز میں بنانی پڑے گی۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔ ایسا نظام پیش کر کے گویا ہم مسلمان کی حیثیت میں اپنا فرض سرانجام دیں گے۔ انسانیت کو سچے اور صحیح امن کا پیغام دیں گے۔ صرف ایسا امن ہی انسانیت کو جنگ کی ہولناکی سے بچا سکتا ہے اور صرف ایسا امن ہی بنی نوع انسان کی خوشی اور خوش حالی کا امین ہو سکتا ہے۔''

(بحوالہ ''نظریہ پاکستان اور اسلامی نظام'' مطبوعہ مکتبہ محمود، مکان نمبر 1 رسول پور سٹریٹ، اچھرہ، لاہور)

مولانا صوفی عبدالحمید سواتی

دین کی دعوت واقامت کا فریضہ

اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ ضرورت اقامت دین کی ہے۔ آج دنیا کی پانچ ارب کی آبادی میں سے چار ارب مخلوق ایمان کی پیاسی ہے مگر ان تک ایمان پہنچانے والا کوئی نہیں۔ نہ کوئی مال خرچ کرتا ہے اور نہ محنت کر ہے۔ اگر مسلمانوں کے مال و دولت کا رخ ایمان کے متلاشیوں کی آب یاری کی طرف ہو جائے تو یہ مال کا بڑا اچھا مصرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مال ذاتی عیش وعشرت اور رسوم باطلہ کے فروغ کے لیے تو نہیں دیا بلکہ اعلائے کلمۃ الحق کے لیے عنایت کیا ہے۔ غیر مسلم اقوام میں تبلیغ دین کی سخت ضرورت ہے جس کے لیے مال اور وقت درکار ہے۔ تبلیغی جماعت والے جو کچھ کر رہے ہیں' یہ تو کل ضرورت کا ایک فیصد بھی نہیں اگرچہ یہ بھی غنیمت ہے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ باقی ۹۹ فیصد کام کون کرے گا؟ آپ ذرا حساب لگا کر دیکھیں کہ کل دولت کا کتنے فیصد اقامت دین کے لیے خرچ رہا ہے۔ جواب صفر آئے گا۔ یہ دین تو بالکل برحق ہے اور اللہ تعالیٰ اسے قائم بھی رکھے گا مگر ہم اپنی ذمہ داری کس حد تک پوری کر رہے ہیں؟ کچھ غریب غربا لوگ اور علماء حق ہر دور میں موجود رہے ہیں جو حتی الامکان کام کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے مگر اس معاملہ میں اجتماعیت بالکل ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ پوری دنیا کے مسلمان روبہ زوال ہیں اور ذلت کے کام انجام دے رہے ہیں۔ مسلمان حکمران بھی عیش وعشرت میں پڑے ہوئے ہیں یا جنگ وجدال میں مصروف ہیں۔ دین کی تقویت کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے جاہ ومال دونوں چیزیں عطا فرمائیں۔ ذرا دیکھیں تو سہی ان کو دین کے لیے کس حد تک استعمال کیا جا رہا ہے؟

REGD.NO CPL 368	Monthly **AL-SHARIA**	E-mail director@alsharia.net

اصحاب خیر سے ایک اہم گزارش

☆ ہاشمی کالونی (عقب سرتاج فین جی ٹی روڈ) کنگنی والا گوجرانوالہ میں محترم حاجی یوسف علی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کی وقف کردہ ایک کنال زمین میں 6 اپریل 1999ء کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم نے الشریعہ اکادمی کا سنگ بنیاد رکھا تھا جہاں اب تک پورے کنال کی کھدائی کر کے تہہ خانے کی بڑی چھت ڈالی جا چکی ہے۔ اس کے نیچے ایک طرف 28 x 68 مسجد خدیجۃ الکبریٰ کا تہہ خانہ ہے اور اس کے علاوہ اکیڈمی کے سات کمرے اور ایک بڑا ہال ہے جن کی تیاری کا کام مسلسل جاری ہے۔

☆ اب تک تقریباً دس لاکھ روپے خرچ ہو چکے ہیں جس میں کم و بیش اڑھائی لاکھ روپے قرض حسنہ کی رقم شامل ہے اور باقی رقم مخلص دوستوں کے تعاون سے حاصل ہوئی ہے جبکہ قرض حسنہ کی ادائیگی سمیت پہلی منزل (تہہ خانہ) کا کام مکمل کرنے کے لیے مزید دس لاکھ روپے کی ضرورت ہے۔

☆ مسجد میں پنج وقتہ نماز باجماعت اور مقامی بچوں اور بچیوں کے لیے قرآن کریم ناظرہ کی کلاس صبح نماز فجر اور شام نماز عصر کے بعد جاری ہے جبکہ عنقریب دینی مدارس کے طلبہ' اساتذہ اور شہر کے خطباء کے لیے شام کے اوقات میں انگلش زبان اور کمپیوٹر ٹریننگ کا کورس شروع کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد درس نظامی کے فضلاء کی خصوصی کلاس اور پرائمری پاس طلبہ اور طالبات کے لیے حفظ قرآن کریم مع مڈل کا چار سالہ کورس شروع کرنے کا پروگرام ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

اس پروگرام کو آگے بڑھانے کے لیے فوری ضروریات کی فہرست درج ذیل ہے

قرض حسنہ کی ادائیگی۔ تعمیری سامان سیمنٹ' بجری' اینٹ' سریا' ٹائلیں' دروازے' کھڑکیاں وغیرہ۔ بجلی کا سامان از قسم تار' ٹیوبیں' بلب' پنکھے وغیرہ۔ فرنیچر کے لیے لکڑی' چپ بورڈ وغیرہ یا تیار شدہ کرسیاں میز وغیرہ۔ کمپیوٹر سیٹ کم از کم پندرہ عدد اور دیگر متعلقہ سامان۔ لائبریری کے لیے ہر قسم کی معلوماتی کتابیں۔ الشریعہ فری ڈسپنسری کے لیے دوائیں' فرنیچر' الماریاں اور دیگر ضروری سامان جس کے لیے کمرہ تعمیر ہو چکا ہے اور جلد شروع کرنے کا پروگرام ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس سلسلہ میں مزید معلومات کے لیے: حافظ محمد عمار خان ناصر' جامع مسجد شیرانوالہ باغ۔ فون: 219663

سے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے اور مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں براہ راست بھی رقم جمع کرائی جا سکتی ہے۔

اکاؤنٹ نمبر 1260 حبیب بینک لمیٹڈ' بازار تھانے والا' گوجرانوالہ

امید ہے کہ آپ خصوصی اور فوری توجہ فرما کر اس کار خیر میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے۔

شکریہ' والسلام: ابو عمار زاہد الراشدی (ڈائریکٹر) الشریعہ اکادمی' ہاشمی کالونی' کنگنی والا' گوجرانوالہ